کوڈ:9489

یونٹ: 01 تا 09

فہم قرآن-I

برائے بی ایس



شعبہ قرآن وتفسیر

کلیہ عربی وعلوم اسلامیہ

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

فہم قرآن-I

برائے بی۔ایس

کوڈ: 9489 یونٹ: 01-09



شعبہ قرآن و تفسیر

کلیہ عربی و علوم اسلامیہ

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

سالِ اشاعت: ---------- 2026ء

تعداد: ----------

نگران طباعت ---------- ڈاکٹر سرمد اقبال

طابع: ---------- علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ناشر: ---------- علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس ٹیم

چیئرمین: ڈاکٹر ثناء اللہ حسین

شعبہ قرآن و تفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

مؤلف: ڈاکٹر محمد طیب خان

لیکچرر شعبہ قرآن و تفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

نظر ثانی: ۱۔ ڈاکٹر ثناء اللہ حسین

چیئرمین، شعبہ قرآن و تفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

۲۔ ڈاکٹر حافظ محمد ارشد اقبال

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ قرآن و تفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

۳۔ ڈاکٹر ظفر اقبال

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ قرآن و تفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

۴۔ ڈاکٹر سعاد محمد عباس

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ قرآن و تفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

کورس کوآرڈینیٹر / کورس رابطہ کار:

ڈاکٹر محمد طیب خان

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ قرآن و تفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
پیشِ لفظ	v
کورس کا تعارف	vii
کورس کے مقاصد	viii
یونٹ نمبر 1: مبادی تجوید اور مخارجِ حروف	1
یونٹ نمبر 2: صفاتِ حروف: اہمیت اور احکام	11
یونٹ نمبر 3: منتخب آیات کا ترجمہ و تفسیر	27
یونٹ نمبر 4: سورۃ المؤمنون: آیات 1۔22: ترجمہ و تفسیر	45
یونٹ نمبر 5: سورۃ النور آیات 1۔34: ترجمہ و تفسیر	95
یونٹ نمبر 6: سورۃ النور آیات 34۔64: ترجمہ و تفسیر	18
یونٹ نمبر 7: سورۃ یسین: آیات 1۔40: ترجمہ و تفسیر	97
یونٹ نمبر 8: سورۃ یسین: آیات 40۔83 ترجمہ و تفسیر	113
یونٹ نمبر 9: سورۃ الملک (30 آیات): ترجمہ و تفسیر	129

پیش لفظ

اسلام دینِ فطرت ہے۔اس کی تعلیمات انسانی فطرت کے مطابق اور موافق ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کے ساتھ اس کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے انبیاء و رسل کا سلسلہ شروع کیا تو ساتھ ہی حالات کے مطابق وحی ، صحیفے اور کتب بھی نازل کیں تاکہ انسان فطرت مخالف اعمال سے اعراض کر کے اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور تعلیمات کے مطابق زندگی گزارے اور دنیوی زندگی کی آزمائش کے مراحل سے گزر کر آخرت میں کامیابی اور کامرانی حاصل کرے۔انبیاء و کتب سماوی کے سلسلے کی آخری کڑی رسول اللہ ﷺ اور ان پر نازل ہونے والی کتاب ''قرآن مجید'' ہے۔قرآن مجید کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے اور بڑی ذمہ داری کا یہ کام انسانوں کے ذریعے ہوتا ہوا نظر بھی آتا ہے کہ اس کے نزول کو آج پندرہویں صدی ہونے کو ہے لیکن یہ قرآن عظیم اپنے نظم و معنی کے ساتھ محفوظ ہے۔اس کی حفاظت کے ایسے ذرائع اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے کہ کروڑوں انسانوں کے سینوں میں یہ ویسے ہی محفوظ ہے جیسے نازل ہوا تھا۔اور دن اور رات کے اوقات کا کوئی ثانیہ اس کی تلاوت سے خالی نہیں۔شریعت کے ماخذ اول وحی الٰہی پر مبنی اس ہدایت نامہ کی تلاوت کے ساتھ اس کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے میں ہی انسانیت کی بھلائی ہے۔اسی نسبت سے قرآن مجید کی تعلیم کو نسلِ نو تک پہنچانے کا ایک بل پارلیمنٹ میں پیش ہوا۔پارلیمنٹ سے اس بل کی منظوری کے بعد ہائر ایجوکیشن آف پاکستان نے اسے عملی جامہ پہنانے کی غرض سے تمام پاکستانی یونیورسٹیز میں بی ایس سطح کے تمام پروگرامز کے طلباوطالبات کے لیے اسے لازمی قرار دیا۔

اس تناظر میں علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی نے بھی اسے اپنے بی ایس پروگرامز کا حصہ بنایا اور گریجویشن کے تمام طلبہ وطالبات کے لیے یہ کورس لازمی قرار دیا گیا۔اس ضمن میں فہم کورس کے ایک ایک کریڈٹ آرز کے دو کورسز بی ایس کے پہلے دو سمسٹر میں رکھے گئے ہیں۔یہ اس سلسلے کا پہلا کورس فہم قرآن۔ا کے عنوان سے پیش کیا جا رہا ہے۔علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی جس کا بنیادی ہدف ہی عام آدمی کی دہلیز پر تعلیم کا فروغ ہے۔جہاں دیگر علوم وفنون کی اشاعت وترویج کے لیے کامیاب شعبہ جات قائم ہیں وہاں علوم اسلامیہ کی ترویج کے لیے بھی مستقل فیکلٹی قائم کی گئی ہے۔

فہم قرآن کے اس کورس کی تیاری کی ذمہ داری یونیورسٹی نے اس کے متعلقہ شعبے ، شعبہ قرآن و تفسیر کو سونپی جسے اس شعبے نے بطریق احسن نبھایا۔چنانچہ فہم قران پر یہ کتاب یونیورسٹی کے بی ایس کے طلبہ اور طالبات کے لیے تالیف کی گئی۔اس کتاب میں قرآن مجید تجوید کے ضروری اور اہم موضوعات کے ساتھ قرآن مجید کے منتخب آیات و

سورتوں کا ترجمہ اور تفسیر کو شامل کیا گیا ہے۔ ابتدائی دو یونٹ میں علمِ تجوید کے مبادیات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جب کہ باقی سات یونٹس منتخب آیات و سورتوں کے ترجمے اور تفسیر پر مشتمل ہے۔ اس کتاب کی تالیف و ترتیب اور تدوین کا فریضہ شعبہ قرآن و تفسیر کے لیکچرر ڈاکٹر محمد طیب خان نے انجام دیا ہے۔ اس ضمن میں شعبہ قرآن و تفسیر کے اساتذہ کی کوشش قابل تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ اس شعبہ کے اساتذہ اور مؤلف کو اجر عظیم عطا فرمائے۔

میرے نزدیک یہ کتاب علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی مطبوعات میں ایک بابرکت اضافہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کوشش کو قبول فرمائے اور ہمیں قرآن و سنت کی ترویج و اشاعت کے لیے مزید توفیق عطا فرمائے...(آمین)

پروفیسر ڈاکٹر محی الدین ہاشمی
ڈین کلیہ عربی و علوم اسلامیہ
علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

کورس کا تعارف

زیر نظر یہ کورس ہائیر ایجوکیشن کمیشن کی ہدایات کے مطابق بعنوان ''فہم قرآن۔ ا'' بی ایس سطح کے تمام شعبہ جات کے طلبہ و طالبات کے لیے تیار کیا گیا ہے۔ قرآن مجید انسان کی رہنمائی کا آخری صحیفہ ہے جو خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا۔ قرآن مجید کا موضوع انسان ہے۔ اس لیے اس میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی بھلائی کے پیشِ نظر انسانی زندگی کے تمام ضروری ہدایت اور رہنمائی کے رہنمائے اصول پیش کیے ہیں۔ قرآن مجید کا یہ اعجاز ہے کہ اس کے رسم، حروف، الفاظ اور جملوں تک کو رہتی دنیا تک محفوظ بنایا گیا ہے۔ اس کے ساتھ اس کتاب عظیم کی عربیت کو اسی کیفیت پر برقرار رکھنے کے لیے حفاظتِ ربانی کے بہت سے اسالیب انسانوں کو بتائے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں قرآن مجید کی تلاوت اور قراءات کے اصول وضع کیے گئے۔ اس کی تلاوت کو خوب سے خوب ترین بنانے کی تلقین اور ترغیب دی گئی۔ اس کے حروف و کلمات کو محض پڑھنے پر بے پناہ انعام اور جزا کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اسی بنا پر فہم قرآن کے اس کورس کی پہلے دو یونٹس کو تجوید کے مبادیات اور اہم اصول کے بیان کے لیے مخصوص کیا گیا ہے۔ جس میں علم تجوید کی مفہوم اور اہمیت کے ساتھ مخارج و صفاتِ حروف کے علاوہ نون ساکن، تنوین (اخفاء، ادغام، اقلاب اور اظہار)، میم ساکن (اظہارِ شفوی، اخفائے شفوی اور ادغامِ شفوی) اور وقف کے ان اہم اصول کو شامل کیا گیا ہے جن کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کی ضرورت ہر ایک قاری کو تلاوت کے دوران پیش آتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں ان قواعد کی رعایت قاری کو قرآن مجید کی تلاوت اور قراءت میں جلی (واضح اور بڑی غلطی) اور خفی (چھپی ہوئی اور چھوٹی غلطی) سے بچاتی ہے۔ قرآن مجید کو پڑھنے میں بڑی غلطی بسا اوقات اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام کے معنی میں خطا کا بھی باعث بنتی ہے۔ اس اعتبار سے تجوید کے اصول کی تعلیم اور فہم کے ساتھ ان اصول کے مطابق قرآن مجید پڑھنا ضروری قرار پاتا ہے۔

قرآن مجید میں انسانی رہنمائی کے فطرتی اصول دیئے گئے ہیں جس میں انسان کو اپنے خالق سے اور انسان کو انسان اور انسان کو کائنات کے تعلق سے رہنما اصول دیئے گئے ہیں۔ یہ اصول عربی زبان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کردہ ہیں۔ عربی زبان میں ہونے کی وجہ سے غیر عربی لوگوں کے لیے قرآن مجید کو سمجھنے میں ترجمہ اور تفسیر کی ضرورت ہے اس ضرورت اور اہمیت کے پیشِ نظر زیرِ نظر کورس میں قرآن کی منتخب آیات اور سورتوں کا ترجمہ اور تفسیر مرتب کی گئی ہے۔ ان آیات و سُوَر کا انتخاب اس بنیاد پر کیا گیا ہے کہ ہمارے ہاں عام طور پر ان آیات و سور کو روز و شب اور کئی اہم مواقع پر ان کی تلاوت کی ترغیب اور فضائل کی بنا پر پڑھنے کا معمول ہے ضرورت اس امر کی ہے کہ ان منتخب آیات و سور کی تلاوت کو معمول بنانے والے جہاں ان مقاماتِ قرآنی کو سمجھیں اور غور و فکر کریں وہاں ان مقامات کی مخصوص مناسبات کے ساتھ نسبت کے فلسفے کو بھی سمجھیں۔

زیر نظر کورس جس کے مولف شعبہ کے اسسٹنٹ پروفیسر ڈاکٹر محمد طیب خان ہیں جنہوں نے بہت ہی وقت نظر اور محنت سے کورس تیار کیا ہے اور اس کورس میں کوشش کی گئی ہے کہ اس موضوع کو مکمل طور پر سمیٹا جا سکے لیکن بہر حال یہ ایک انسانی کوشش ہے اور یہ کوشش کسی چیز کا بھی مکمل احاطہ نہیں کر سکتی لیکن مؤلف نے اپنی توانائیاں صرف کر کے ایک قیمتی سرمایہ کو اکٹھا کر دیا ہے جس سے طلبہ و طالبات اور بقیہ علم کے متلاشی بھی اچھی طرح سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

اس کورس کی تکمیل میں مجھے اور میرے رفقا کو کافی کوششیں کرنا پڑیں اس سلسلے میں وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر ناصر محمود کا از حد شکر گزار ہوں جن کے تعاون سے یہ علمی کام آج منظر شہود پر ہے مزید ڈین فیکلٹی پروفیسر ڈاکٹر محی الدین ہاشمی صاحب کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے جنہوں نے پیش لفظ لکھ کر ہماری اس علمی کوشش کو مرحلہ تکمیل سے ہمکنار کیا۔ اپنے رفقاء کار میں سے ڈاکٹر حافظ ارشد صاحب، ڈاکٹر ظفر اقبال اور ڈاکٹر سعاد محمد عباس کا بھرپور تعاون ہر لحظہ میرے نزدیک ان کی عظمت کو اجاگر کرنے کا باعث بنتا رہا ہے۔ آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کورس کو علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی عظمت کا باعث بنائے اور پاکستان کے تمام اہل علم اور خصوصاً طلباء و طالبات کے لیے استفادہ کا ذریعہ بنائے...آمین

کورس کے مقاصد

عزیز طلبہ وطالبات! اُمید ہے کہ اس کورس کا مطالعہ کر لینے کے بعد آپ اس قابل ہو جائیں گے کہ

1۔ تجوید کے بنیادی اصول کے بارے میں جان سکیں۔
2۔ تجوید کے بنیادی اصول کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کر سکیں۔
3۔ مخارجِ حروف اور صفاتِ حروف سے واقفیت حاصل کر کے ان کے مطابق قرآن مجید کے تلفظ کی ادائیگی کر سکیں۔
4۔ آیت الکرسی، آیت المداینۃ اور سورۃ البقرۃ کی آخری آیات پر ترجمہ اور تفسیر کے مطابق گفتگو کر سکیں۔
5۔ سورۃ المومنون کی روشنی میں کامیاب مومنوں کی صفات اور انسانی پیدائش کے مراحل کو بیان کر سکیں۔
6۔ سورۃ النور کی تلاوت تجوید کے اصول کے مطابق کر سکیں اور اس سورت میں موجود عفت کے اصول پر مبنی احکام کو سمجھ سکیں۔
7۔ سورۃ یٰسٓ اور سورۃ الملک کو بنیادی قواعدِ تجوید کے مطابق پڑھ سکیں اور اِن سورتوں کے فضائل اور ان کے مضامین کو بیان کر سکیں۔

ڈاکٹر ثناء اللہ حسین ،،،،،،،،،، چیئرمین شعبہ قرآن و تفسیر

یونٹ نمبر1

مبادی تجوید اور مخارجِ حروف

تالیف وترتیب: ڈاکٹر محمد طیب خان
نظر ثانی: ڈاکٹر ثناء اللہ حسین

فہرست عنوانات

	عنوانات	صفحہ
	یونٹ کا تعارف	3
	یونٹ کے مقاصد	3
1۔	یونٹ نمبر: 1 **مبادی تجوید اور مخارجِ حروف**	4
1.1	تجوید کا لغوی معنی	4
1.2	علمِ تجوید کا اصطلاحی مفہوم	4
1.3	علمِ تجوید کا موضوع	4
1.4	علمِ تجوید کی غرض وغایت	5
1.5	تجوید کی اہمیت وفضیلت	5
2۔	مخارجِ حروف	7
2.1	مخارج کا مفہوم اور مقامات	7
2.2	مخارجِ حروف کی اہمیت وفضیلت	7
2.3	مخارج حروف کی اقسام	7
	خود آزمائی	10

یونٹ کا تعارف

عزیز طلبہ و طالبات ! اس یونٹ میں قصص کا لغوی، اصطلاحی اور قصص القرآن کے مفہوم کو بیان کیا گیا ہے۔اس ضمن میں درج ذیل نکات کو زیر بحث لایا گیا ہے :

1۔ تجوید کا لغوی معنی

2۔ تجوید کا اصطلاحی مفہوم

3۔ تجوید کی اہمیت و فضیلت: قرآن حکیم، حدیثِ نبوی اور علماء کی آراء کی روشنی میں

4۔ مخارج حروف کا مفہوم اور حروف کی درست ادائیگی میں ان کی اہمیت

5۔ مخارج حروف کی اقسام

یونٹ کے مقاصد

عزیز طلبہ و طالبات !اس یونٹ کے درسی مواد کے مطالعہ کے بعد آپ میں ان شاء اللہ یہ اہلیت پیدا ہو جائے گی کہ آپ

1۔ تجوید کا لغوی اور اصطلاحی معنی جان سکیں۔

2۔ تجوید کی اہمیت جان سکیں۔

3۔ مخارج حروف کا مفہوم اور حروف کی ادائیگی میں ان مخارج کی اہمیت سے آگاہی حاصل کر سکیں۔

4۔ مخارجِ حروف کی اقسام اور تعداد سے واقفیت حاصل کر سکیں۔

1۔مبادی تجوید

1.1۔ تجوید کا لغوی معنی

لغت میں تجوید کے معنی ہیں: سجانا، سنوارنا، عمدہ بنانا، خوبصورت بنانا۔

1.2۔علم تجوید کا اصطلاحی مفہوم

اصطلاحی معنی: علمِ تجوید کا اصطلاحی مفہوم مندرجہ ذیل الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

هو العلم الذي يبين الأحكام والقواعد التي يجب الالتزام بها عند تلاوة القرآن الكريم طبقا لما تلقاه المسلمون عن رسول الله ﷺ، وذلك بإعطاء كل حرف حقه مخرجا وصفة وحركة، من غير تكلف ولا تعسف.

علم تجوید وہ علم ہے جو ان احکام اور قواعد کو بیان کرتا ہے جن کو قرآن مجید کی تلاوت کے دوران اس اسلوب کے مطابق اختیار کرنا ضروری ہے جو مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ سے حاصل کیا۔ قواعد و احکام کے التزام کا یہ طریقہ تب حاصل ہوتا ہے کہ جب بغیر کسی تکلف اور مبالغے کے ہر حرف کو اس کے مخرج، صفت اور حرکت کے اعتبار سے اس کا حق دیا جائے[1]۔

تجوید کا یہ مفہوم اس کے علم ہونے کے لحاظ سے ہے جب کہ اس علم کی عملی مشق اور اس کا اطلاق چونکہ قرآن مجید کی قراءت اور تلاوت پر ہوتا ہے اس لیے قرآن مجید کے حروف کو ان کے مخارج اور صفات کی رعایت کرتے ہوئے عمدہ اور خوبصورت انداز سے پڑھنے کا نام تجوید ہے۔ یہ اطلاقی تجوید (applied Tajvīd) ہے۔

1.3۔علم تجوید کا موضوع

علم تجوید کا موضوع عربی حروف تہجی یعنی ''الف سے یاء تک'' انتیس حروف ہیں جن کے مخارج اور صفات سے متعلق اس علم میں بحث کی جاتی ہے۔

1۔ڈاکٹر محمد عصام مفلح القضاۃ، الواضح في أحكام التجويد (اردن: دار النفائس للنشر والتوضیح)، ۹۔

1.4۔ علمِ تجوید کی غرض وغایت

ہر علم کے حصول کی کوئی نہ کوئی غرض وغایت ہوتی ہے ورنہ اس کا حصول بے سود اور وقت کا ضیاع قرار پاتا ہے۔ علم تجوید کی غرض وغایت یہ ہے کہ قرآن مجید کو اس کے نازل کردہ عربی حروف والفاظ کے درست لب ولہجے میں پڑھا
جائے اور اس کے پڑھنے میں کسی قسم کی غلطی سے بچنے کی کوشش کی جائے۔

1.5۔ تجوید کی اہمیت وفضیلت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ترتیل کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾[2]

(اور قرآن ٹھہر ٹھہر کر پڑھ)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مَن لَّمْ يَتَغَنَّ بِالْقُرْآنِ فَلَيْسَ مِنَّا''[3] (جس نے قرآن مجید کو اچھی آواز سے مزین کر کے نہ پڑھا وہ ہمارے طریقے پر نہیں)۔ مندرجہ بالا آیت مبارکہ اور حدیث مبارک اس امر پر واضح طور پر دلالت کرتی ہیں کہ قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر یعنی تجوید کے قواعد کی رعایت کرتے ہوئے پڑھنا لازمی ہے۔ اور دوسرا یہ قرآن مجید کا قاری اپنی آواز کو قرآن مجید کے ساتھ

---

[2]۔ سورۃ المزمل، ۷۳: ۴۔

[3]۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی، سنن ابی داؤد، اس معنی کی حدیث صحیح بخاری میں بھی مذکور ہے۔ دیکھیے: امام بخاری، صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۷۵۲۷۔ اس حدیث کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص قرآن سے بے نیاز ہو کر کہیں اور سے ہدایت حاصل کرتا ہے وہ ہمارے طریقے پر نہیں۔ اسی طرح تغنی کا معنی تحزن اور ایک مقام پر مشغول ہونا بھی بیان کیا گیا ہے۔ ان سب معانی کو جمع کر کے کر حدیث کا مفہوم علمائے حدیث نے یہ بیان کیا کہ: قرآن مجید کا قاری قرآن مجید کے ساتھ اپنے آواز کو مزین کر کے بلند آواز سے ترنم کے ساتھ اس طرح پڑھے کہ اس سے رقت اور خشوع پیدا ہو اور قرآن مجید کے علاوہ کسی اور جگہ سے ہدایت کے حصول میں بے نیاز رہے اور اسی کے ذریعے دل اور ہاتھ یعنی معیشت کی بے نیازی کا طالب رہے۔ واللہ اعلم۔

https://dorar.net/hadith/sharh/13389. Accessed on: 12-04-2023.

https://www.islamweb.net/ar/fatwa/ Accessed on: 12-04-2023.

حتی الوسع مزین کر کے پڑھے۔ مندرجہ بالا آیت کی روشنی میں علماء نے فرمایا کہ تجوید کا علم حاصل کرنا مسلمانوں کے لیے فرض کفایہ ہے یعنی کچھ لوگ کے لیے یہ علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ جبکہ تجوید کے قواعد کے مطابق قرآن مجید کی تلاوت کرنا ہر مسلمان کے لیے فرض عین ہے۔

ترتیل سے قرآن مجید پڑھنے کا تقاضا یہ ہے کہ قرآن مجید پڑھتے وقت ان غلطیوں سے اجتناب کیا جائے جن سے قرآن مجید کے معانی میں فرق آئے یا قرآن مجید کے پڑھنے کے قواعد وآداب میں غفلت برتی جائے۔ علماء نے قرآن مجید کو پڑھنے میں دو طرح کی اخطاء کی نشاندہی کی ہے:

(الف)۔ لحن جلی

لحن جلی قرآن مجید کے پڑھنے میں واضح غلطی کو کہا جاتا ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں:

ا۔ حرف میں غلطی: حرف کو حرف سے بدلنا جیسے: الصِّرَاطَ کو السِّرَاطِ پڑھنا۔ کسی حرف کو قرآنی لفظ کو پڑھتے

ہوئے کسی حرف کو بڑھا دینا: جیسے: لَمْ یَلِدْ کو لَمْ یَالِدْ پڑھنا۔ کسی حرف کو کم کر دینا۔ جیسے: یُوَلَّدْ کو یُلَدْ پڑھنا۔

۲۔ تلاوت کے دوران کسی قرآنی کلمہ کی حرکت کو بدل دینا جیسے: اَنْعَمْتَ کو اَنْعَمْتُ پڑھنا۔

۳۔ علامت (تشدید وغیرہ) کو بدل دینا کہ جس سے معنی میں تبدیلی واقع ہو جیسے: اِیَّاكَ کو اِیَاكَ پڑھنا۔

قرآن مجید کو پڑھنے میں اس طرح کی غلطی سے معانی قرآن میں تبدیلی واقع ہوتی ہے اس لیے لحنِ جلی سے بچنا ضروری ہے۔

(ب)۔ لحنِ خفی

لحنِ خفی سے مراد قرآن مجید کو پڑھنے میں ایسی خطا جو واضح نہ ہو اور اس کی بنا پر قراءت کی خوبصورتی میں کمی

واقع ہوتی ہے۔ جیسے غنہ اور مد کو صحیح طور پر ادا نہ کرنا یا بالکل ہی ادا نہ کرنا۔ اخفاء، ادغام کا خیال نہ رکھنا۔ حروف کی صفاتِ عارضہ میں غلطی بھی لحنِ خفی میں شمار ہوتی ہے۔اس طرح کی غلطی سے بچنا چاہیے تاکہ قرآن مجید کی تلاوت کو خوبصورت بنایا جاسکے جو کہ روایات کے مطابق مطلوب ہے۔

2۔ مخارج حروف

2.1۔ مخارج کا مفہوم اور مقامات

مخارج، مخرج کی جمع ہے۔ مخرج اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں سے حرف نکلے۔ علماء تجوید نے 29 حروف تہجی کے لئے جو مخارج بیان کئے ہیں ان کی تعداد 17 ہے جنہیں مندرجہ ذیل پانچ مقامات سے ادا کیا جاتا ہے۔

(1) جوف دہن (2) حلق (3) زبان (4) ہونٹ (5) ناک۔

2.2۔ مخارجِ حروف کی اہمیت

قرآن مجید عربی زبان میں نازل کیا گیا اور اس مقدس کتاب کے الفاظ و حروف اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔اس

لیے قرآن مجید کو انہی حروف والفاظ کے ساتھ پڑھنا اور تلاوت کرنا قرآن مجید کی حفاظت کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ اس لیے عربی زبان کے حروف کو ان کے درست مخارج سے ادا کرنا انتہائی اہمیت وفضیلت کا حامل ہے۔ اگر مخارجِ حروف کا خیال نہ رکھا جائے تو بسا اوقات الفاظ کے معانی بدل جاتے ہیں۔ اس اعتبار سے قرآن مجید کی درست تلاوت اور اسے درست پڑھنے کے لیے مخارجِ حروف کو سیکھنا لازم ہے۔

2.3۔ مخارج حروف: تعداد اور اطلاق

منہ کے مذکورہ بالا پانچ حصوں میں سے ہر ایک حصے سے متعدد حرف نکلتے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(1)۔ جوف دہن

ا۔ جوف دہن: اس سے مراد منہ کا خالی حصہ ہے۔ اس حصے سے صرف تین حروف الف، واؤ اور ی ادا ہوتے ہیں

بشرطیکہ یہ ساکن ہوں جیسے: جَوَادٌ-غَفُورٌ- کَرِیمٌ۔

(2)۔حلق

حلق کے تین حصّے ہیں:

۲۔ابتدائی حصہ جو منہ کے قریب ہے۔اس سے غ۔خ ادا ہوتا ہے۔

۳۔درمیانی حصہ۔اس سے ''ع''اور ''ح''ادا ہوتا ہے۔

۴۔آخری حصہ جو سینے کے قریب ہے،اس سے ہمزہ(ء)اور ہاء(ہ)ادا ہوتا ہے۔

چونکہ یہ حروف حلق سے ادا ہوتے ہیں اس لیے ان حروف کو حروفِ حلقی (Throat Letters) کہا جاتا ہے۔

زبان۔ہونٹ اور ناک

(3)۔زبان

حروف کی ادائیگی کے لحاظ سے اس کے دس حصے ہیں۔

۵۔زبان کا آخری حصے اور اس کے مقابل تالو کا نرم حصہ۔اس سے ''قاف''کی آواز پیدا ہوتی ہے۔

۶۔''قاف''کے مخرج سے ذرا آگے اور اسکے مقابل تالو کا سخت حصہ،اس حصے سے ''کاف''کی آواز پیدا ہوتی ہے۔

۷۔زبان،اور تالو کا درمیانی حصہ،ان سے ''جیم''''شین''اور ''ی''کی آواز پیدا ہوتی ہے۔

۸۔زبان کا کنارہ اور اس کے مقابل داہنی یا بائیں جانب کے داڑھیں ان کے ملانے سے ''ضاد''کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ضاد عربی زبان کا منفرد حرف ہے۔اسی لیے عربی زبان کو ''لغۃ الضاد''(ضاد کی زبان) بھی کہا جاتا ہے۔

۹۔نوک زبان اور تالو کا ابتدائی حصے کو ملانے سے ''لام''کی آواز پیدا ہوتی ہے۔

۱۰۔زبان کی نوک کو ''لام''کے مخرج سے تھوڑا نیچے کے ساتھ ملانے سے ''ن''کی آواز پیدا ہوتی ہے۔

۱۱۔نوک زبان کے نچلے حصہ اور تالو کے ابتدائی حصے کو ملانے سے ''ر''ادا ہوتی ہے۔

۱۲۔ زبان کی نوک اور اوپر والے اگلے دونوں دانتوں کی جڑ سے ''ط''''دال''اور ''ت''ادا ہوتی ہے۔(اس میں زبان کو اوپر کی جانب اٹھاتے ہوئے تینوں مذکورہ حروف تھوڑے تھوڑے فرق کے ساتھ ادا کیے جاتے ہیں)۔

۱۳۔ زبان کی نوک اور نیچے اور اوپر کے اگلے چار دانتوں کے کناروں سے ''ز''''س''اور ''ص''کی آواز پیدا ہوتی ہے۔

۱۴۔ زبان کی نوک کو اوپر والے اگلے دانتوں کی سطح سے ملا کر ''ث''''ذال''اور ''ظ''کی آواز پیدا ہوتی ہے۔

(4)۔ہونٹ

حروف کی ادائیگی کے لحاظ سے اس کے دو حصے ہیں۔

۱۵۔ نچلے ہونٹوں کا اندرونی حصہ اور اوپر والے اگلے دانتوں کا کنارہ ملانے سے ''ف''کی آواز پیدا ہوتی ہے۔

۱۶۔ دونوں ہونٹوں کے درمیان کا حصہ یہاں سے ''ب''''م''''واو''کی آواز نکلتی ہے۔ان کی ادائیگی میں فرق یہ ہے کہ ''واو''کی آواز ہونٹوں کو ملائے بغیر گول کر کے ادا کی جاتی ہے اور ''ب''ہونٹوں کے بیرونی خشک حصے سے جب کہ ''میم''ہونٹوں کے اندرونی تر حصے سے پڑھی جاتی ہے۔

(5)۔ناک: ناک کا جو حصہ حروف کی ادائیگی کے لیے استعمال ہوتا ہے اسے خیشوم کہتے ہیں۔ خیشوم کا مفہوم اور اس سے اداء ہونے والے حروف مندرجہ ذیل ہیں:

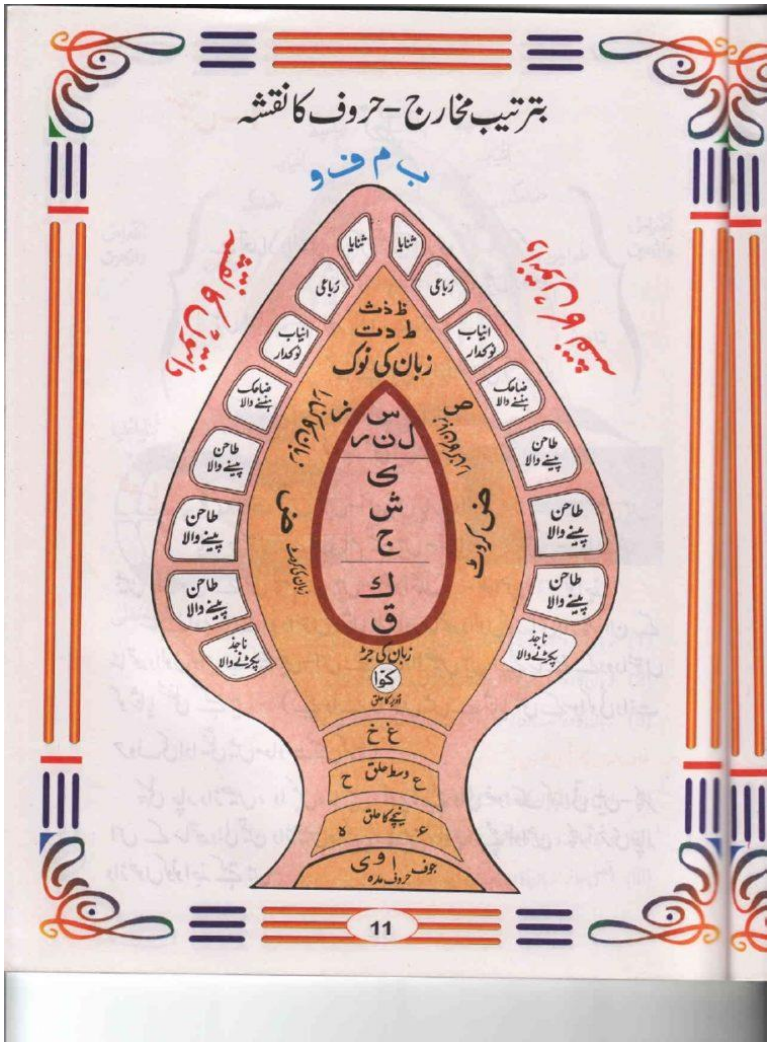
۱۷۔ خیشوم

خیشوم یعنی ناک کی ہڈی والے حصہ (جسے بانسہ کہا جاتا ہے) سے غنہ ادا ہوتا ہے۔ غنہ تین صورتوں میں ہوتا ہے:

۱۔ جب نون ساکن یا تنوین کو اخفاء کے ساتھ پڑھا جائے۔ اور یہ اس وقت ہوتا ہے جب نون ساکن اور تنوین کے بعد حروفِ حلقی، حروفِ **یرملون** اور حرف ''ب'' کے علاوہ پندرہ حروفِ تہجی میں سے کوئی حرف ہو۔

۲۔ جب نون ساکن اور تنوین کو ی، ن، م، و (مجموعہ حروف **ینمو**) میں ملایا جائے تو اس وقت ادغام کے ساتھ غنہ بھی ہوتا ہے۔

۳۔ نون مشدد (نّ) اور میم مشدد (مّ) کی صورت میں غنہ کیا جاتا ہے۔۔



خود آزمائی

1۔ تجوید کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کیجیے۔

2۔ قرآن و حدیث کی روشنی میں تجوید کی اہمیت بیان کیجیے۔

3۔ لحن جلی اور لحنِ خفی کی مراد اور حکم تحریر کیجیے

4۔ مخارج حروف کا مفہوم اور اقسام بیان کیجیے۔

5۔ مخارج حروف کی تعداد کا تعین کیجیے اور مخارج کے اعتبار سے حروف کے گروپ بنائیے۔

یونٹ نمبر2

صفاتِ حروف: اہمیت واحکام

تالیف وترتیب: ڈاکٹر محمد طیب خان
نظر ثانی: ڈاکٹر ثناء اللہ حسین

فہرست عنوانات

عنوانات		صفحہ
یونٹ کا تعارف		13
یونٹ کے مقاصد		13
یونٹ نمبر2: صفاتِ حروف: اہمیت اور احکام		**14**
2.1	صفاتِ حروف کا مفہوم	14
2.2	حروف کی درست ادائیگی میں ان کی اہمیت	14
2.3	صفاتِ حروف کی اقسام: صفاتِ لازمہ اور صفاتِ عارضہ	14
2.4	صفات عارضہ کا مفہوم اور ان سے مختص حروف	15
2.5	صفات لازمہ کی اقسام	15
2.6	صفاتِ لازمہ متضادہ اور ان کے ساتھ مختص حروف	15
2.7	صفاتِ لازمہ غیر متضادہ اور ان کے ساتھ مختص حروف	20
2.8	نون ساکن و نون تنوین کے احکام مع امثلہ	21
2.9	میم ساکن کے احکام مع امثلہ	23
2.10	وقف کا مفہوم اور اقسام مع امثلہ	24
خود آزمائی		26

یونٹ کا تعارف

عزیز طلبہ و طالبات ! اس یونٹ میں صفاتِ حروف اور اس کے متعلقات کو بیان کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں درج ذیل نکات کو زیر بحث لایا گیا ہے :

1۔ صفاتِ حروف کا مفہوم اور اقسام: صفاتِ لازمہ (متضادہ اور غیر متضادہ) اور صفاتِ عارضہ

2۔ قرآنی کلمات کی ادائیگی میں صفاتِ حروف کی اہمیت

3۔ نون ساکن، نون تنوین اور میم ساکن کے احکام

4۔ وقف کا مفہوم اور اقسام

یونٹ کے مقاصد

عزیز طلبہ و طالبات ! اس یونٹ کے درسی مواد کے مطالعہ کے بعد آپ میں ان شاء اللہ یہ اہلیت پیدا ہو جائے گی کہ آپ

1۔ صفاتِ حروف کا مفہوم اور اقسام کو بالتفصیل جان سکیں۔

2۔ قرآنی کلمات کی ادائیگی میں صفات کی اہمیت سے واقف ہو سکیں۔

3۔ نون ساکن اور نون تنوین کے قواعد اور ان کے مطابق قرآن مجید کو پڑھنا سیکھ سکیں۔

4۔ قواعدِ تجوید کے مطابق میم ساکن کو پڑھنے کے طریقوں سے آگاہی حاصل کر سکیں۔

5۔ وقف اور اس کی اقسام کے بارے میں جان سکیں اور قرآن مجید کو پڑھتے وقت وقف کے اصول کی پیروی کر سکیں۔

2۔صفاتِ حروف: اہمیت اور احکام

2.1۔ صفات کا مفہوم

صفات، صفت کی جمع ہے۔ صفت کا لغوی معنی: صفت کا لغوی معنٰی ہے "مَا قَامَ بِشَيْءٍ" جو کسی شے کے ساتھ قائم ہو یا جس کے ساتھ کسی چیز کو متصف کیا جائے۔

صفت کا اصطلاحی معنی

اصطلاح تجوید میں "صفت" حرف کی اس کیفیت یا حالت کو کہا جاتا ہے جس سے ایک ہی مخرج کے کئی حُروف آپس میں جُدا اور ممتاز ہو جاتے ہیں۔ مثلاً حرف کا پُر یا باریک ہونا آواز کا بلند یا پست ہونا، قوی یا ضعیف ہونا، نرم یا سخت ہونا وغیرہ جیسے "ص" اور "س" اِن کا مخرج تو ایک ہے مگر "ص" صفتِ استعلاء اور صفتِ اطباق کی وجہ سے پُر اور "س" صفتِ استفال اور صفتِ انفتاح کی وجہ سے باریک پڑھا جاتا ہے۔

2.2۔ قرآنی حروف کی ادائیگی میں صفات کی اہمیت

جس طرح بغیر مخرج کے حرف ادا نہیں ہو سکتا اسی طرح بغیر صفات کے مکمل ادائیگی ممکن نہیں۔ جس طرح مخارجِ حروف علیحدہ علیحدہ ہیں، اسی طرح ہر حرف کی صفات بھی علیحدہ علیحدہ ہیں۔ صفات کے ساتھ حرف کو ادا کرنے سے جیسے ایک ہی مخرج کے کئی حُرُوف آپس میں جُدا اور ممتاز ہو جاتے ہیں اسی طرح مختلف مخارج کے حروف ایک جیسی صفت رکھنے کی وجہ سے متحد ہو جاتے ہیں۔

2.3۔ صفات کی اقسام: صفاتِ لازمہ اور صفاتِ عارضہ

صفات کی دو قسمیں ہیں: ا۔ صفات لازمہ ۲۔ صفاتِ عارضہ

صفاتِ لازمہ کی تعریف

حرف کی وہ صفات جو حرف کے لئے ہر وقت ضروری ہوں اور ان کے بغیر حرف ادا نہ ہو سکے یا حرف

ناقص ادا ہو۔ مثلاً "ظ" میں صفتِ استعلاء اور صفتِ اطباق ادا نہ کی جائے تو حرف "ظ" ادا ہی نہیں ہو گا۔ حرف کو صفات لازمہ کے ساتھ ادا نہ کرنے سے لحن جلی (بڑی اور واضح غلطی) واقع ہوتی ہے۔

2.4۔ صفات عارضہ کا مفہوم اور ان سے مختص حروف

حرف کی وہ صفات جو حرف کے لیے کبھی ہوں اور کبھی نہ ہوں ان کے ادا نہ کرنے سے حرف ادا ہو جاتا ہے لیکن حرف کی آواز کی خوبصورتی باقی نہیں رہتی۔ مثلاً "را" مفتوحہ (رَ) کو باریک پڑھنا وغیرہ۔ یہ صفات آٹھ حُرُوف میں پائی جاتی ہیں جن کا مجموعہ "(ہمزہ، و، ی، ر، م، ل، ا، ن) اَوْ یَرْ مُلَانِ" ہے۔ صفاتِ عارضہ کی غلطی کو "لحنِ خفی" کہتے ہیں۔ لیکن لحنِ خفی کو چھوٹی اور معمولی غلطی سمجھ کر اس سے بچنے کی کوشش نہ کرنا بڑی غلطی ہے۔

2.5۔ صفاتِ لازمہ کی اقسام

صفاتِ لازمہ سے مراد حرف کی وہ صفات ہیں جو اس کو ادا کرتے وقت ہمیشہ پیشِ نظر رکھی جائے اگر ان صفات کے بغیر حرف کو ادا کیا جائے تو وہ حرف کسی دوسرے حرف میں بدل جائے۔

صفاتِ لازمہ کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ صفاتِ لازمہ متضادہ ۲۔ صفاتِ لازمہ غیرِ مُتَضادہ

2.6۔ صفاتِ لازمہ مُتَضادہ اور ان سے مختص حروف

صفاتِ لازمہ متضادہ وہ صفات ہیں جو آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہوں اور یہ نہ تو بیک وقت ایک حرف میں جمع ہوں اور نہ ہی عربی حروفِ تہجی میں سے کوئی حرف ان سے خالی ہو۔ جیسے صفتِ "استعلاء" کی ضد صفتِ "استفال" اور صفتِ "اذلاق" کی ضد صفتِ "اصمات" ہے۔

صفاتِ لازمہ مُتضادہ: اقسام اور تعدادِ حروف

صفاتِ لازمہ مُتَضادہ دس (۱۰) ہیں۔ جن میں سے پانچ، پانچ کی ضد ہیں۔

1۔ہمس	2۔جہر
3۔شدّت	4۔رخاوت
5۔استعلاء	6۔استفال
7۔اطباق	8۔انفتاح
9۔اذلاق	10۔اصمات

صفاتِ لازمہ متضادہ کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

1۔ہمس

ہمس کا ڈکشنری معنی ''پستی'' ہے۔اصطلاحِ تجوید میں ''ضعف کی وجہ سے آواز کے پست ہونے'' کو کہتے ہیں۔ جن حُرُوف میں یہ صفت پائی جاتی ہے انہیں ''حُرُوفِ مہموسہ'' کہتے ہیں اور یہ دس (۱۰) حروف ہیں جن کا مجموعہ ''فَحَثَّہ شَخْصٌ سَکَتْ ''(ف،ح،ث،ہ،ش،خ،ص،س،ک،ت) ہے۔

ادائیگی کا طریقہ : حُروفِ مہموسہ کو ادا کرتے وقت آواز اُن کے مخرج میں اس قدر کمزوری سے ٹھہرتی ہے کہ سانس جاری رہتا ہے اور آواز نیچی اور پست رہتی ہے۔

2۔جہر

یہ صفت ہمس کی ضد ہے۔اس کا لفظی معنی ''بلندی'' ہے۔اصطلاحِ تجوید میں ''قُوت کی وجہ سے آواز کے بلند ہونے'' کو کہتے ہیں۔ جن حُرُوف میں یہ صفت پائی جاتی ہے انہیں ''حُرُوفِ مجہورہ'' کہتے ہیں۔ حروف مہموسہ کے علاوہ باقی انیس (۱۹) حروف مجہورہ ہیں۔

طریقۂ ادائیگی: حُرُوفِ مجہورہ کو ادا کرتے وقت آواز اُن کے مخرج میں اس قدر قُوت سے ٹھہرتی ہے کہ اس کے اثر سے سانس کا جاری ہونا رک جاتا ہے اور آواز بلند ہو جاتی ہے۔

3۔شدّت

شدت کا معنی ''سختی'' ہے۔اصطلاحِ تجوید میں ''قُوّت کی وجہ سے آواز کے سخت ہونے'' کو کہتے ہیں۔ جن حُرُوف

میں یہ صفت پائی جاتی ہے انہیں ''حُرُوفِ شدیدہ'' کہتے ہیں اور یہ آٹھ (۸) حروف ہیں جن کا مجموعہ '' أَجِدُ قَطٍ بَكَتْ'' ہے۔

طریقۂ ادائیگی: حُرُوفِ شدیدہ کو ادا کرتے وقت آواز اُن کے مخرج میں اتنی مضبوطی سے ٹھہرتی ہے کہ فوراً بند اور سخت ہو جاتی ہے۔

4۔ رخاو تاور توسط

(الف۔) یہ صفت ''شدّت'' کی ضد ہے۔ اس کا لفظی معنی ''نرمی'' ہے۔ اصطلاحِ تجوید میں ''ضعف کی وجہ سے آواز کے نرم ہونے'' کو رخاوت کہتے ہیں۔ عربی حروف تہجی میں سے جن حروف میں نرمی پائی جائے انہیں '' حُرُوفِ رخوہ'' کہا جاتا ہے یہ سولہ (۱۶) حروف ہیں۔ جو حُرُوفِ شدیدہ اور حُرُوفِ مُتَوَسّطہ کے علاوہ ہیں۔

ادائیگی کا طریقہ: حُرُوفِ رخوہ کو ادا کرتے وقت آواز اُن کے مخرج میں اتنی کمزوری سے ٹھہرتی ہے کہ اس کی وجہ سے آواز جاری رہتے ہوئے نرم ہو جاتی ہے۔

(ب) توسط: لفظی معنی ''درمیان'' کے ہیں جب کہ علمِ تجوید میں ''شدّت اور رخاوت کی درمیانی حالت کے ساتھ پڑھنے'' کو کہتے ہیں۔ اس صفت کے حروف کو '' حُرُوفِ مُتَوَسّطِہ'' کہا جاتا ہے اور یہ پانچ (۵) ہیں جن کا مجموعہ ''لِنْ عُمَرْ'' ہے۔

حروفِ متوسطہ کی ادائیگی کا طریقہ: حُرُوفِ متوسطہ کو ادا کرتے وقت آواز اُن کے مخرج میں نہ تو مکمل بند رہتی ہے کہ اس میں شدّت پیدا ہو جائے اور نہ ہی اس طرح جاری رہتی ہے کہ رخاوت اور نرمی پیدا ہو جائے بلکہ اس کی درمیانی حالت رہتی ہے۔

5۔ استعلاء:

لغوی معنی: ''بلندی چاہنا'' اصطلاحی معنی: اصطلاحِ تجوید میں ''زبان کی جڑ کے تالو کی جانب بلند ہونے'' کو کہتے ہیں۔ جن حُرُوف میں یہ صفت پائی جاتی ہے انہیں ''حُرُوفِ مُسْتَعْلِیَہ'' کہتے ہیں اور یہ سات (۷) ہیں جن کا مجموعہ ''خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ'' ہے۔

طریقۂ ادائیگی: حُرُوفِ مستعلیہ کو ادا کرتے وقت زبان کی جڑ تالو کی جانب بلند ہوتی ہے جس کی وجہ سے حُرُوف پُر

پڑھے جاتے ہیں۔

6۔استفال

یہ صفت ''استعلاء'' کی ضد ہے۔ لغوی معنی: ''نیچائی چاہنا''اصطلاحی معنی: اصطلاحِ تجوید میں ''زبان کی جڑ کے تالو کی جانب بلند نہ ہونے'' کو کہتے ہیں۔ جن حُرُوف میں یہ صفت پائی جاتی ہے انہیں ''حُرُوفِ مُستَفِلَہ'' کہتے ہیں اور یہ بائیس (۲۲) ہیں جو ''حُرُوفِ مستعلیہ'' کے علاوہ ہیں۔

طریقۂ ادائیگی: حُروفِ مستفلہ کو ادا کرتے وقت زبان کی جڑ تالو کی جانب بلند نہیں ہوتی بلکہ نیچے رہتی ہے اس لئے یہ حُرُوف باریک پڑھے جاتے ہیں۔

7۔اطباق

لغوی معنی: ''مل جانا یا ڈھانپ لینا''اصطلاحی معنی: اصطلاحِ تجوید میں ''زبان کے پھیل کر تالو سے مل جانے ''کو کہتے ہیں۔ جن حُرُوف میں یہ صفت پائی جاتی ہے انہیں ''حُرُوفِ مُطْبَقہ'' کہتے ہیں اور یہ چار (۴) ہیں جن کا مجموعہ ''صطظض'' ہے۔

طریقۂ ادائیگی: حُروفِ مطبقہ کو ادا کرتے وقت زبان تالو سے مل جاتی ہے جس کی وجہ سے یہ حُرُوف بہت ہی پُر پڑھے جاتے ہیں۔

8۔انفتاح

یہ صفت ''اِطباق'' کی ضد ہے۔ لغوی معنی: ''جُدا رہنا یا کھلا رہنا''اصطلاحی معنی: اصطلاحِ تجوید میں ''زبان کے تالو سے جُدا رہنے'' کو کہتے ہیں۔ جن حُرُوف میں یہ صفت پائی جاتی ہے انہیں ''حُرُوفِ مُنفَتِحَہ'' کہتے ہیں اور یہ پچیس (۲۵) ہیں جو حُروفِ مطبقہ کے علاوہ ہیں۔

طریقۂ ادائیگی: حُرُوفِ منفتحہ کو ادا کرتے وقت زبان تالو سے جُدا رہتی ہے۔

9۔اذلاق

لغوی معنی: ''کنارہ''اصطلاحی معنی: اصطلاحِ تجوید میں ''حُرُوف کے ہونٹوں، دانتوں اور زبان کے کناروں سے

پِھسل کر بسہولت ادا ہونے ''کو کہتے ہیں۔ جن حُرُوف میں یہ صفت پائی جاتی ہے انہیں ''حُرُوفِ مُذلقَہ ''کہتے ہیں اور یہ چھ (٦) ہیں جن کا مجموعہ ''فَرَّ مِنْ لُّبِّ'' ہے۔

طریقۂ اَدائیگی: حُرُوفِ مذلقہ اپنے مخارج سے پِھسل کر بسہولت ادا ہوتے ہیں۔

10۔اِصمات

صفتِ اصمات ''اِذلاق'' کی ضد ہے۔ لغت میں اس کا معنی ''روکنا'' جب کہ اصطلاحِ تجوید میں ''حروف کے مضبوطی اور جماؤ کے ساتھ ادا ہونے ''اصمات کہا جاتا ہے۔ جن حروف میں یہ صفت پائی جاتی ہے انہیں ''حُرُوف مُصْمَتَہ ''کہتے ہیں اور یہ تیئس (٢٣) ہیں جو کہ حُرُوفِ مذلقہ کے علاوہ ہیں۔

طریقۂ اَدائیگی: حُرُوفِ مصمتہ اپنے مخارج سے مضبوطی کے ساتھ جم کر ادا ہوتے ہیں۔

صفاتِ لازمہ مُتضادہ کے حامل حروف کا مجموعہ

کل حروف تہجی کی تعداد انتیس (٢٩) ہے صفاتِ لازمہ متضادہ کے مطابق مندرجہ ذیل فہرست میں حروفِ تہجی کی اسی تعداد کے مطابق متضاد صفات کے حامل حروف کی تعداد کا تعین کیا گیا ہے۔

نمبر شمار	صفات	حروف	تعداد	متضاد صفت	حروف	تعدادِ حروف
١۔	ہمس	حروف مہموسہ: فَحَثَّہ شَخْصٌ سَکَتْ	١٠	جہر	مجہورہ	١٩
٢۔	شدت	حروفِ شدیدہ: أَجِدُ قَطٍ بَکَتْ	٨	رخوہ	رخوہ	١٦
				توسط	متوسطہ (لِنْ عُمَرْ)	٥
٣۔	استعلاء	حروف مستعلیہ: خُصَّ	٧	اِستفال	حروف مُستَفلِہَ	٢٢

		ضَغْطٍ قِظْ				
۴۔	اطباق	حروفِ مُطْبَقَہ: صططظض	۴	انفتاح	حروفِ مُنْفَتِحَہ	۲۵
۵۔	اذلاق	حروفِ مُذْلَقَہ: فَرَّ مِنْ لُّب	۶	اصمات	حروفِ مُصْمَتَہ	۲۳

2.7۔صفاتِ لازمہ غیرِ مُتَضادہ اور ان سے مختص حروف

وہ صفاتِ حروف جن کے مد مقابل صفات قراء کے ہاں مقرر نہ کیے گئے ہوں صرف عقلی اور فرضی اعتبار سے ان کے متضاد سمجھے جا سکتے ہوں۔ جیسے صفتِ صفیر۔اس کی ضد قراء کے ہاں موجود نہیں لیکن عقلی اعتبار سے عدم صفیر اس کے متضاد کے طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔

صفات لازمہ غیر متضادہ آٹھ صفات ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔صفیر ۲۔قلقلہ ۳۔لین ۴۔انحراف ۵۔تکریر ۶۔تفشی ۷۔استطالت

۸۔غنّہ

۱۔صفیر

اس صفت کے حامل ز، س، ص تین حروف ہیں۔ان کی آواز سٹی (Whistle) کی طرح نکلتی ہے اسی بنا پر انھیں حروفِ صفیر یہ کہا جاتا ہے۔

۲۔قلقلہ

اس صفت کے حروف پانچ ہیں جن کا مجموعہ: "**قُطْبُ جَدٍّ**" ہے۔اصول کے مطابق ان پر سکون ہو تو ان کی آواز میں جنبش اور گونج پیدا کی جاتی ہے اس لیے انہیں حروفِ قلقلہ کہا جاتا ہے۔

۳۔لین

صفتِ لین کے حروف ی اور وہیں جب کہ یہ ساکن ہوں اور ان سے پہلے حرف پر زبر ہو۔ خَوْفٌ میں واؤ، قُرَیْشٍ میں ی دونوں کو ادا کرتے وقت نرمی پائی جاتی ہے۔

۴۔انحراف

جو حروف ایک دوسرے کے مخرج کی جانب مائل ہوں ان میں صفتِ انحراف پائی جاتی ہے۔ یہ دو حروف ''ل'' اور ''ر'' ہیں۔ اس صفت کی بنا پر انھیں حروفِ منحرفہ کہا جاتا ہے۔

۵۔ تکریر

صفت تکریر صرف ایک حرف ''ر'' میں پائی جاتی ہے کیونکہ اس کی ادائیگی کے وقت زبان کے کنارے میں کپکپی پیدا ہوتی ہے۔

۶۔ تفشی

صفتِ تفشی ''ش'' میں پائی جاتی ہے کیونکہ اس کی ادائیگی کے وقت آواز منہ میں پھیل جاتی ہے۔ حرف ''ش'' کو متفشیہ کہتے ہیں۔

۷۔استطالت

حرف ''ض'' کی آدائیگی میں آواز مکمل حافہ میں لمبی رہتی ہے اس لیے اس میں صفتِ استطالت پائی جاتی ہے۔

۸۔غنّہ

دو حروف ''م اور ن'' کی آواز ناک کی جڑ یا بانسہ سے نکلتی ہے اسے غنہ کہا جاتا ہے۔

2.8۔نون ساکن اور تنوین کے احکام

نون ساکن اور نون تنوین کے چار احکام ہیں:

۱۔اظہار ۲۔ادغام ۳۔اقلاب ۴۔اخفاء

۱۔اظہار

اظہار کا معنی ہے: ''ظاہر کرنا''، تجوید کے اصول کے مطابق اگر نون ساکن (نْ) اور تنوین (جیسے : باً، بٍ، بٌ) کے بعد حروف حلقی میں سے کوئی حرف آجائے تو نون ساکن (نْ) اور تنوین کو بغیر غنہ اور بغیر توقف کے ادا کیا جاتا ہے۔

جیسے اَنْعَمْتَ، مِنْہ، مِنْ خَلْفِھِمْ، سَوَآءٌ عَلَیْھِمْ، عَذَابٌ اَلِیْمٌ قرآن مجید سے ماخوذ ان مثالوں میں ن ساکن (نْ) اور تنوین کے بعد حروف حلقی بالترتیب ع، ہ، خ اور ہمزہ آئے ہیں اس لیے ان کلمات میں نون ساکن اور تنوین کو واضح آواز کے ساتھ بغیر غنہ[4] اور بغیر وقف کیے پڑھا جائے گا۔

۲۔ادغام

ایک حرف کو دوسرے حرف میں ضم کر کے پڑھنے کو ادغام کہا جاتا ہے۔ تجوید کے اصول کے مطابق اگر نون ساکن (نْ) اور تنوین (مثال کے طور پر: باً، بٍ، بٌ) کے بعد چھ حروف یعنی حروفِ یَرْمَلُوْنَ (ی، ر، م، ل، و، ن) میں سے کوئی حرف آجائے تو نون ساکن (نْ) اور تنوین کو اس میں ضم کر کے پڑھتے ہیں جیسے۔
وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ، مِّنْ رَّبِّھِمْ۔

ادغام کی دو صورتیں ہیں:

۱۔ادغام غنہ کے ساتھ ۲۔ادغام بغیر غنہ کے

۱۔ادغام غنہ کے ساتھ: اگر نون ساکن (نْ) اور تنوین کے بعد حروفِ یَرْمَلُوْنَ کے چار حروف (ی، م، و، ن) میں سے کوئی حرف واقع ہو تو ایسی صورت میں نون ساکن اور تنوین کو اس حرف میں ملا کر غنہ کے ساتھ پڑھا جاتا ہے۔ جیسے: بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہ، بِسُوْرَۃٍ مِّنْ مِّثْلِہ۔ قَوْماً مَّا، بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا، فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ، رَجُلٌ یَّسْعٰی۔ ان مثالوں میں ن ساکن اور تنوین کے بعد میم، واو اور یا، آئے ہیں اس لیے نون ساکن اور تنوین کو م اور و میں ملا دیا گیا جیسا کہ تشدید کی علامت سے ظاہر ہے اس کے ساتھ پڑھنے میں غنہ یعنی ناک سے آواز بھی ضروری ہے۔ اس کے ساتھ غنہ کی ادائیگی میں جلدی کرنے کی بجائے کچھ توقف اور طوالت بھی مطلوب ہوتی ہے تاکہ غنہ کی آواز صحیح طور پر ادا ہو سکے۔

۲۔ادغام بغیر غنہ کے: اگر نون ساکن (نْ) اور تنوین کے بعد ل اور ر میں سے کوئی حرف ہو، تو نون ساکن اور تنوین کی آواز کو ل اور ر میں ملا کر بغیر غنہ کے پڑھا جائے گا۔ جیسے: وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ، مِّنْ رَّبِّھِمْ۔ پہلی مثال میں نون ساکن کے لام جب کہ دوسری مثال میں نون ساکن کے بعد ر آیا ہے۔ دونوں مقامات پر نون

[4]۔ کسی بھی حرف کی ادائیگی کے وقت آواز کو ناک میں لے جا کر دو حرکت کے برابر پڑھنا غنہ کہلاتا ہے۔

ساکن کو ل اور را میں ضم کر دیا گیا ہے جو کہ ل اور ر، پر لگائی گئی علامتِ تشدید سے ظاہر ہے لیکن نون ساکن کو پڑھتے وقت غنہ نہیں ہو گا۔ لہذا نون ساکن اور تنوین کی ادائیگی میں غنہ یعنی ناک سے آواز نہیں نکالنی چاہیے۔

۳۔ اقلاب

اقلاب کا معنی ہے بدلنا۔ اگر نون ساکن اور تنوین کے بعد حرفِ ''ب'' آجائے تو ن ساکن یا نون تنوین کو حرفِ ''م'' سے بدل دیتے ہیں۔ قرآنی مصحف میں اس طرح کے مقامات پر واضح طور پر ''م''[5] کی علامت ذکر کی جاتی ہے تاکہ عام قاری کو پڑھنے میں آسانی ہو۔ جیسے: مِنۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ

۴۔ اخفاء

اخفاء کا معنی ہے: چھُپانا یہ اظہار کی ضد ہے۔ علم تجوید میں اس کا مفہوم ہے نون ساکن یا نون تنوین کی آواز کو چھپا کر پڑھنا۔ حروفِ حلقی، حروف یرملون اور حرفِ با کے علاوہ جتنے بھی حروفِ تہجی ہیں ان میں سے کوئی بھی حرف نون ساکن اور تنوین کے بعد آئے تو نون ساکن اور تنوین کی آواز کو چھپا کر غنہ کے ساتھ ناک کے اندرونی حصے سے ادا کرتے ہیں۔

2.9 میم ساکن کے احکام مع امثلہ

میم ساکن کے تین احکام ہیں:

۱۔ ادغامِ شفوی ۲۔ اخفائے شفوی ۳۔ اظہارِ شفوی

۱۔ ادغامِ شفوی

اگر حرفِ ''م'' ساکن ہو اور اس کے بعد دوسرا حرفِ ''میم'' آجائے تو پہلے حرفِ ''م'' کو دوسرے حرفِ ''میم'' میں ملا کر غنہ کے ساتھ پڑھا جائے گا۔ اسے ادغامِ شفوی کہا جاتا ہے۔ جیسے: فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ

5۔ نوٹ: قرآن مجید میں دو طرح کی میم علامت کے طور پر ذکر کی جاتی ہے ایک کا اندازِ تحریر (م) شکل کا ہے جب کہ دوسری ''مـ'' کی شکل میں ہے۔ پہلی صورت میں یہ اقلاب کی علامت ہے جب کہ دوسری صورت میں وقف لازم کی علامت ہے۔

۲۔اخفائے شفوی

اگر حرفِ ''م'' ساکن ہو اور اس کے بعد حرفِ ''ب'' آجائے تو میم کو اپنے مخرج میں چھپا کر پڑھا جائے گا اسے اخفائے شفوی کہا جاتا ہے۔ جیسے: كُنْتُمْ بِهٖ

۳۔اظہارِ شفوی

اگر میم ساکن کے بعد حرفِ ''ب'' اور حرفِ ''میم'' کے علاوہ کوئی بھی حرف آجائے تو میم کو ظاہر کر کے پڑھا جائے گا۔ اسے اظہارِ شفوی کہا جاتا ہے۔ جیسے: لَمْ يَلِدْ، اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ

2.10۔وقف کا مفہوم اور اقسام مع امثلہ

وقف کا لغوی معنی: ''ٹھہرنا، رکنا''۔

اصطلاحی معنی: سانس اور آواز دونوں کو روک کر ٹھہرنا۔

قرآن مجید کی تلاوت وقراءت میں وقف کی اہمیت

جیسا کہ ہم تجوید کی تعریف اور اہمیت کے ضمن میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ قرآن مجید کے مطابق قرآن مجید کو ترتیل سے پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور ترتیل حرفوں کو ان کے مخارج اور صفات سے ادا کرنے اور وقف کے قواعد اور مواقع پہچاننے کو کہا جاتا ہے۔ لہذا ترتیل کا ایک جز علم تجوید جب کہ دوسرا جز علم وقف ہے اس لیے جس طرح تجوید کے اصول کی پیروی کر کے قرآن مجید کو درست طریقے سے پڑھنا ضروری ہے اسی طرح قرآن مجید کی معرفت کے حصول کے لیے علم وقف کے قواعد کا جاننا بھی ضروری ہے[6]۔

وقف کی اقسام

وقف کی پانچ اقسام ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔علامتِ سکون (ْ) کے ساتھ ۲۔وقف بالاسکان ۳۔وقف بالابدال۔

6۔دیکھیے: محب الدین احمد لکھنوی، جامع الوقف مع معرفۃ الوقوف (لاہور: مکتبۃ القراءۃ، ط۔ن، س۔ن)، ۶۔

۴۔وقف بالاشمام ۵۔وقف بالروم

1۔ وقف بالسکون: قرآن مجید کے کسی کلمے کا آخری حرف ساکن ہو تو وہاں پر سانس اور آواز دونوں کو روک دینا۔

جیسے: وَانْحَرْ، فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ، كَفَرُوْا، مَاْوٰكُمْ۔

2۔وقف بالاسکان: کلمے کا آخری حرف متحرک ہو تو اسے ساکن کر کے وہاں پر سانس اور آواز دونوں کو روک کر ٹھہرنا۔وقف بالاسکان زبر، زیر، پیش، دوزیر اور دو پیش پر ہوتا ہے۔

مثالیں: مِنْ تَفَاوُتٍ کو مِنْ تَفَاوُتْ، وَّهُوَ حَسِيْرٌ کو وَّهُوَ حَسِيْرْ- رُجُوْمًا لِّلشَّيَاطِيْنِ کو رُجُوْمًا لِّلشَّيَاطِيْنْ۔

3۔ وقف بالابدال: وقف بالابدال کی دو صورتیں ہیں۔

(الف)۔ کلمے کے آخر یحرف گول تا(تائے مدوّرہ(ۃ))ہو تو اسے ہائے ساکنہ (ہْ) سے بدلکے وہاں پر سانساور آواز کو توڑ کر رکنا۔جیسے: وَالْاَفْئِدَةَ کو وَالْاَفْئِدَهْ ، زُلْفَةً کو زُلْفَهْ۔

(ب)۔ کلمے کے آخر یحرف پر دو زبر ہوں تو اسے ایکالفسے بدلکر وہاں پر سانساور آواز کو روک کر ٹھہرنا۔جیسے: عَمَلًا کو عَمَلَا ، طِبَاقًا کو طِبَاقَا۔

4۔وقف بالاشمام: کلمے کے آخری حرف پر ایک پیش (ُ) یا دو پیش(ٌ) ہوں تو اس حرف کو ساکن کر کے ہونٹوں سے پیش(ُ) کی طرف اشارہ کرنا۔ جیسے: بَصِيْرٌ، تَمُوْرُ۔

5۔وقف بالروم: کلمے کے آخری حرف پر اگر ''زیر یا پیش'' ہو تو اس پر ٹھہر کر اسے اتنی آہستہ آواز سے پڑھنا کہ صرف قریب والا سن سکے۔

علاماتِ وقف اور وصل

گذشتہ سطور میں وقف کا مفہوم، اہمیت اور اقسام مع امثلہ ذکر کی گئی ہیں۔اسی سلسلے میں قرآن مجید کی آیات کے دوران کچھ علاماتِ وقف و وصل درج ہوتی ہے ان علامات اور ان کے حکم کو جاننا ایک عام قاری کے

لیے ضروری ہوتا ہے تاکہ قرآن مجید کی تلاوت کے وقت ان کا لحاظ رکھا جا سکے۔ان میں سے چند اہم علاماتِ وقف ووصل مندرجہ ذیل ہیں:

O یہ گول دائرہ آیت کے اختتام پر موجود ہوتا ہے، یہ وقف تام کی علامت ہے، یہاں وقف کر کے نئی آیت کی تلاوت کا آغاز کیا جائے۔

م : یہ وقفِ لازم کی علامت ہے، لہٰذا اس پر ٹھہرنا لازمی اور ضروری ہے، ورنہ آیت کا مفہوم تبدیل ہو جائے گا۔

ط : یہ وقفِ مطلق کی علامت ہے، یہاں ٹھہرنا اور ملا کر پڑھنا دونوں درست ہیں، البتہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

ج: یہ وقفِ جائز کی علامت ہے، یعنی یہاں ٹھہرنا اور ملا کر پڑھنا دونوں برابر ہیں۔

لا : وقفِ ممنوع کی علامت ہے، یعنی اس کو ملا کے پڑھنا اور نہ ٹھہرنا ضروری ہے البتہ یہ امر قابل توجہ ہے کہ یہ علامت اگر آیت کے دوران یہ علامت واقع ہو تو ٹھہرنا جائز نہیں ہوگا، لیکن اگر یہی علامت (لا) گول دائرے (O) (جو کہ آیت کے اختتام کی علامت ہے) کے اوپر ہو تو اس جگہ ٹھہرنا اور ملا کر پڑھنا دونوں درست ہیں۔

صلے : اس علامت پر ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

خود آزمائی

1۔ صفاتِ حروف کا مفہوم اور اقسام تفصیلاً تحریر کیجیے۔
2۔ قرآنی کلمات کی ادائیگی میں صفات کی اہمیت لکھیے۔
3۔ نون ساکن اور نون تنوین کے قواعد پر تفصیلی نوٹ لکھیے۔
4۔ علم تجوید کے مطابق ''اظہار'' اور ''اخفاء'' کا مفہوم بیان کرتے ہوئے نون ساکن اور تنوین کے بارے میں اظہار اور اخفاء کے قواعد مثالوں سے مزین کر کے لکھیے۔
5۔ قواعدِ تجوید کے مطابق میم ساکن کو پڑھنے کے اصول سپردِ قلم کیجیے۔
6۔ وقف کا مفہوم اور اہمیت بیان کیجیے
7۔ وقف کی اقسام مفصلاً لکھیے۔
8۔ قرآن مجید میں موجود وقف کی علامات اور ان کے احکام تحریر کیجیے۔

یونٹ نمبر3

منتخب آیات کا ترجمہ و تفسیر

1۔آیت الکرسی(سورۃ البقرۃ،2:255)

2۔آیت المداینہ(سورۃ البقرۃ،2:282)

3۔سورۃ البقرۃ آیات:284۔286

تالیف وترتیب: ڈاکٹر محمد طیب خان
نظر ثانی: ڈاکٹر حافظ محمد ارشد اقبال

فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
یونٹ کا تعارف	29
یونٹ کے مقاصد	29
یونٹ نمبر 3: منتخب آیات کا ترجمہ و تفسیر	30
3.1۔آیت الکرسی (سورۃ البقرۃ، 255:2)	30
3.2۔آیت المداینہ (سورۃ البقرۃ، 282:2)	32
3.3۔سورۃ البقرۃ آیات: 284۔286	38
خود آزمائی	44

یونٹ کا تعارف

عزیز طلبہ وطالبات ! اس یونٹ میں آیت الکرسی، آیت المداینہ اور سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات کا ترجمہ و تفسیر ذکر کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں آیات کا بامحاورہ ترجمہ ، منتخب الفاظ کے معانی اور آیات کے مضامین ذکر کیے گئے ہیں۔

یونٹ کے مقاصد

عزیز طلبہ وطالبات !اس یونٹ کے درسی مواد کے مطالعہ کے بعد آپ میں ان شاء اللہ یہ اہلیت پیدا ہو جائے گی کہ آپ

1۔ پہلی دو یونٹ میں بیان کیے گئے اصولِ تجوید کے مطابق آیت الکرسی کی تلاوت کے ساتھ اس کے ترجمہ اور تفسیر سے واقف ہو سکیں۔

2۔ آیت الکرسی میں مذکور اللہ تعالیٰ کی صفات سے آگاہ ہو سکیں۔

3۔ آیت المداینہ کی تلاوت، ترجمہ اور تفسیر سے آگاہ ہو سکیں۔

4۔ آیت المداینہ کی روشنی میں لین دین اور اس کے ضمن میں قرض کے معاہدے کے قرآنی احکام سے روشناس ہو سکیں۔

5۔ سورۃ البقرۃ کی آخری آیات کی تلاوت کے ساتھ ان کا ترجمہ و تفسیر جان سکی۔

6۔ سورۃ البقرۃ کی آخری آیات کی فضیلت سے آگاہی کے ساتھ ان آیات کے مضامین کا علم حاصل کر سکیں۔

3۔ منتخب آیات کا ترجمہ اور تفسیر

3.1۔ آیت الکرسی کا ترجمہ اور تفسیر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿اللہ لاَ إِلَـهَ إِلاَّ هوَ الْحَیُّ الْقَیُّومُ لاَ تَأْخُذُه سِنَةٌ وَّلاَ نَوْمٌ لَّه مَا فِی السَّمَاوَاتِ وَمَا فِی الأَرْضِ مَن ذَا الَّذِی یَشْفَعُ عِنْدَه إِلاَّ بِإِذْنِه یَعْلَمُ مَا بَیْنَ أَیْدِیهِمْ وَمَا خَلْفَهمْ وَلاَ یُحِیطُونَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِه إِلاَّ بِمَا شَاء وَسِعَ كُرْسِیُّه السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضَ وَلاَ یَؤُودُه حِفْظُهمَا وَهوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیمُ﴾

ترجمہ

اللہ، وہ زندہ جاوید ہستی، جو تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے، اُس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے وہ نہ سوتا ہے اور نہ اُسے اونگھ لگتی ہے زمین اور آسمانوں میں جو کچھ ہے، اُسی کا ہے۔ کون ہے جو اُس کی جناب میں اُس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے؟ جو کچھ بندوں کے سامنے ہے اسے بھی وہ جانتا ہے اور جو کچھ اُن سے اوجھل ہے، اس سے بھی وہ واقف ہے اور اُس کی معلومات میں سے کوئی چیز اُن کی گرفت ادراک میں نہیں آسکتیاِلّا یہ کہ کسی چیز کا علم وہ خود ہی اُن کو دینا چاہے اُس کی حکومت آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی ہے اور اُن کی نگہبانی اس کے لیے کوئی تھکا دینے والا کام نہیں ہے بس وہی ایک بزرگ و برتر ذات ہے۔

تفسیر

الفاظ کے معانی

اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ: لفظ اَلْحَیُّ کا معنی ہے: ''زندہ''۔ اسمائے الہیہ میں سے یہ لفظ لا کر یہ بتایا مقصود ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ اور باقی رہنے والا ہے وہ موت سے بالاتر ہے۔

الْقَيُّوْمُ: قیام سے نکلا ہے، قیام کے معنے کھڑا ہونا، قائم کھڑا ہونے والے کو کہتے ہیں۔قیوم اور قیام مبالغہ کے صیغے کہلاتے ہیں انکے معنی ہیں وہجو خود قائم رہ کر دوسروں کو قائم رکھتااور سنبھالتا ہے۔قَيُّوْمُ: اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے جس میں کوئی مخلوق شریک نہیں ہوسکتی کیونکہ جو چیزیں خود اپنے وجود وبقاء میں کسی دوسرے کی محتاج ہوں وہ کسی دوسری چیز کو کیا سنبھال سکتی ہیں؟

سِنَةٌ: (سین کے زیر کے ساتھ)اونگھ کو کہتے ہیں جو نیند کے ابتدائی آثار ہوتے ہیں۔

نومٌ: مکمل نیند

وَلَا يَـــــُـوْدُهٗ حِفْظُهُمَا: اور اللہ تعالیٰ کو تھکاتی نہیں زمین وآسمان کی حفاظت مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان دونوں عظیم مخلوقات آسمان وزمین کی حفاظت کچھ گراں نہیں معلوم ہوتی۔

الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ: الْعَلِيُّ عُلُوّ سے ہے جس کا معنی ہے بلند جب کہ الْعَظِيْمُ عظمت سے ہے جس کا معنی ہے بڑا یعنی اللہ تعالیٰ بلند اور بڑی شان کا مالک ہے۔

آیت الکرسی کی فضیلت اور وجہِ فضیلت

حدیث مبارک کے مطابق آیت الکرسیسب سے عظیم[7] اور سب آیتوں کی سردار[8] آیت ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سورت میں اللہ تعالیٰ کی ایسی مکمل معرفت پیش کی گئی ہے جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی (سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، تفہیم القرآن) اور بقول سید قطبؒ اس آیت میں مذکور صفاتِ الٰہیہ میں سے ہر ایک صفت اسلامی تصورِ کائنات کے اساسی

7-امام مسلم بن حجاج قشیری(۲۶۱ھ)، صحیح مسلم،کتاب فَضَائِلِ الْقُرْآنِ وَمَا يَتَعَلَّقُ بِهِ، باب فَضْلِ سُورَةِ الْكَهْفِ وَآيَةِ الْكُرْسِيِّ، حدیث: ۱۸۸۵۔

8-محمد بن عیسی ترمذی، سنن الترمذی،کتاب فضائل القرآن عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، باب مَا جَاءَ فِي فَضْلِ سُورَةِ الْبَقَرَةِ وَآيَةِ الْكُرْسِيِّ،
حدیث:۲۸۷۸۔

اصولوں میں سے کسی ایک اصول پر مشتمل ہے۔(سید قطب، فی ظلال القرآن)

توحیدِ ذات الٰہی اور عظمتِ صفاتِ الٰہی

اس آیت میں توحید ذات اور عظمت صفات حق تعالیٰ کو بیان فرمایا کہ حق تعالیٰ موجود ہے ہمیشہ سے اور کوئی اس کا شریک نہیں تمام مخلوقات کا وجود بخشنے والا وہی ہے تمام نقصان اور ہر طرح کے تبدل اور فتور سے منزہ ہے سب چیزوں کا مالک ہے تمام چیزوں کا کامل علم اور سب پر پوری قدرت اور اعلیٰ درجہ کی عظمت اسکو حاصل ہے کسی کو نہ اتنا استحقاق نہ اتنی مجال کہ بغیر اسکے حکم کے کسی کی سفارش بھی اس سے کر سکے کوئی امر ایسا نہیں جس کے کرنے میں اسکو دشواری اور گرانی ہو سکے۔ تمام چیزوں اور سب کی عقلوں سے برتر ہے اس کے مقابلہ میں سب حقیر ہیں اس سے دو مضمون اور خوب ذہن نشین ہو گئے ایک تو حق تعالیٰ کی ربوبیت اور حکومت اور اپنی محکومیت اور عبدیت جس سے حق تعالیٰ کے تمام احکامات مذکورہ اور غیر مذکورہ کا بلاچون وچرا واجب التصدیق اور واجب التعمیل ہونا اور اس کے احکام میں کسی قسم کے شک وشبہ کا معتبر نہ ہونا معلوم ہو گیا دوسرے عبادات و معاملات کثیرہ مذکورہ سابقہ کو اور ان کے ساتھ تنعیم و تعذیب کو دیکھ کر کسی کو خلجان ہو سکتا تھا کہ ہر ہر فرد کے اس قدر معاملات وعبادات کثیرہ ہیں کہ جن کا مجموعہ اتنا ہوا جاتا ہے کہ ان کا ضبط اور حساب کتاب محال معلوم ہوتا ہے پھر اسکے مقابلہ میں ثواب وعقاب یہ بھی عقل سے باہر غیر ممکن معلوم ہوتا ہے سو اس آیت میں حق سبحانہ، نے چند صفات مقدسہ اپنی ایسی ذکر فرمائیں کہ وہ تمام خیالات بسہولت دور ہو گئے یعنی اس کا علم و قدرت ایسا کامل ہے کہ ایک چیز بھی ایسی نہیں جو اس سے باہر ہو جس کا علم اور قدرت ایسا غیر متناہی اور ہمیشہ یکساں رہنے والا ہو اس کو تمام جزئیات عالم کے ضبط رکھنے اور ان کا عوض عطا فرمانے میں کیا دقت ہو سکتی ہے (مفتی تقی عثمانی)۔

3.2۔آیت المداینہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا تَدَایَنۡتُمۡ بِدَیۡنٍ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی فَاکۡتُبُوۡهُ ؕ وَ لۡیَکۡتُبۡ بَّیۡنَکُمۡ کَاتِبٌۢ

بِالْعَدْلِ وَ لَا يَأْبَ كَاتِبٌ اَنْ يَّكْتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ فَلْيَكْتُبْ-وَ لْيُمْلِلِ الَّذِیْ عَلَيْهِ الْحَقُّ وَ لْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَ لَا يَبْخَسْ مِنْهُ شَيْـًٔا فَاِنْ كَانَ الَّذِیْ عَلَيْهِ الْحَقُّ سَفِيْهًا اَوْ ضَعِيْفًا اَوْ لَا يَسْتَطِيْعُ اَنْ يُّمِلَّ هُوَ فَلْيُمْلِلْ وَلِيُّهٗ بِالْعَدْلِ وَ اسْتَشْهِدُوْا شَهِيْدَيْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ-فَاِنْ لَّمْ يَكُوْنَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا الْاُخْرٰى وَ لَا يَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا وَ لَا تَسْـَٔمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِيْرًا اَوْ كَبِيْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ اَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِيْرُوْنَهَا بَيْنَكُمْ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَلَّا تَكْتُبُوْهَا وَ اَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَايَعْتُمْ-وَ لَا يُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّ لَا شَهِيْدٌ وَ اِنْ تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ-وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ﴾(سورۃ البقرۃ، ۲:۲۸۲)۔

ترجمہ

اے لوگو جو ایمان لائے ہو، جب کسی مقرر مدت کے لیے تم آپس میں قرض کا لین دین کرو، تو اسے لکھ لیا کرو فریقین کے درمیان انصاف کے ساتھ ایک شخص دستاویز تحریر کرے جسے اللہ نے لکھنے پڑھنے کی قابلیت بخشی ہو، اسے لکھنے سے انکار نہ کرنا چاہیے وہ لکھے اور املا وہ شخص کرائے جس پر حق آتا ہے (یعنی قرض لینے والا)، اور اُسے اللہ، اپنے رب سے ڈرنا چاہیے کہ جو معاملہ طے ہوا ہو اس میں کوئی کمی بیشی نہ کرے لیکن اگر قرض لینے والا خود نادان یا ضعیف ہو، املا نہ کرا سکتا ہو، تو اس کا ولی انصاف کے ساتھ املا کرائے پھر اپنے مردوں سے دو آدمیوں کی اس پر گواہی کرا لو اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں ہوں تاکہ ایک بھول جائے، تو دوسری اسے یاد دلا دے یہ گواہ ایسے لوگوں میں سے ہونے چاہییں، جن کی گواہی تمہارے درمیان مقبول ہو گواہوں کو جب گواہ بننے کے لیے کہا جائے، تو انہیں انکار نہ کرنا چاہیے معاملہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا، میعاد کی تعین کے ساتھ اس کی دستاویز لکھوا لینے میں تساہل نہ کرو اللہ کے نزدیک یہ طریقہ تمہارے لیے زیادہ مبنی بر انصاف ہے، اس سے شہادت قائم ہونے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے، اور تمہارے شکوک و شبہات میں مبتلا ہونے کا امکان کم رہ جاتا ہے ہاں جو

تجارتی لین دین دست بدست تم لوگ آپس میں کرتے ہو، اس کو نہ لکھا جائے تو کوئی حرج نہیں، مگر تجارتی معاملے طے کرتے وقت گواہ کر لیا کرو کاتب اور گواہ کو ستایا نہ جائے ایسا کرو گے، تو گناہ کا ارتکاب کرو گے اللہ کے غضب سے بچو وہ تم کو صحیح طریق عمل کی تعلیم دیتا ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے۔

تفسیر آیت المداینۃ

الفاظ کے معانی

تَدَایَنْتُمْ: اس لفظ کا اصل مادہ(origin) "دَیْنٌ" ہے جس کے معنی ادھار کے ہیں۔جب کہ "تَدَایَنْتُمْ " باب تفاعل سے فعل ماضی جمع مذکر حاضر کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں۔ تم نے ایک دوسرے سے ادھار کا لین دین کیا۔ تو "تَدَایَنْتُمْ " سے پہلے لفظ '' اِذَا '' کے آنے سے اس کا معنی ہو گا: جب تم ایک دوسرے سے ادھار کا لین دین کرو۔

اَجَلٍ مُّسَمًّی: مقررہ مدت۔

کَاتِبٌ: لکھنے والا۔

وَلَا یَاْبَ: اور نہ انکار کرے۔

وَلْیُمْلِلِ: اور اسے چاہیے کہ وہ املاء کروائے۔

وَاسْتَشْہِدُوْا: اور تم گواہی طلب کرو۔

وَلَا تَسْاَمُوَا: اور تم سستی نہ برتو۔

وَلَا یُضَآرَّ کَاتِبٌ وَّلَا شَہِیْدٌ: اور لکھنے والے اور گواہ کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔

آیت کے مضامین کی تفسیر: لین دین کے تناظر میں اصول معاہدات اور ضابطۂ شہادت

یہ آیت قرآن مجید کی طویل ترین آیت ہے جس میں کچھ اصول معاہدات اور ضابطہ شہادت کو بیان کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے وقت اور ماحول میں ادھار کے لین دین کے لکھنے کا حکم دیا جب اور جہاں عام لکھنے کا رواج کم تھا زیادہ تر حافظے کی مدد سے معاملات کو یاد رکھا جاتا تھا۔ ایسے میں قرآن مجید کا یہ اصول معاملات کی درستی اور انسانی تعلقات کی بہتری کے لیے ایک اہم ہدایت اور رہنمائی ہے۔ اس آیت میں تجارت اور لین دین کے معاہدات کے جو اصول بتائے گئے ہیں ان کا مختصراً بیان مندرجہ ذیل ہے:

1۔ معاملہ ادھار کا ہو، قرض کے لین دین کا ہو یا خرید و فروخت کا، رقم پہلے ادا کر دی ہو اور سامان بعد میں لینا ہو یا مال ادھار پر دے دیا ہو اور رقم بعد میں وصول کرنی ہو، یونہی دکان یا مکان کرایہ پر لیتے ہوئے کرایے یا ایڈوانس کا معاملہ ہو، اس طرح کی سب صورتوں میں معاہدہ لکھ لینا چاہیے۔ یہ حکم واجب نہیں لیکن اس پر عمل کرنا بہت سے بُرے نتائج سے انسانی تعلقات کو محفوظ رکھتا ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جہاں دوسروں کا مال دبا لینا، معاہدوں سے مکر جانا اور کوئی ثبوت نہ ہونے کی صورت میں اصل رقم کے لازم ہونے سے انکار کرنا ہر طرف عام ہو چکا ہو تو ایسی صورت میں معاہدوں کو لکھنا بہت اہم اور ضروری ہے۔ لہٰذا جو اپنی عافیت چاہتا ہے وہ اس حکم پر ضرور عمل کر لے ورنہ بعد میں صرف پچھتانا ہی نصیب ہو گا۔ اسی لیے آیت کے درمیان میں فرمایا کہ ''اور قرض چھوٹا ہو یا بڑا اسے اس کی مدت تک لکھنے میں اکتاؤ نہیں۔

2۔ ادھار کا معاملہ جب کیا جائے تو اس کی میعاد معین مہینے اور معین تاریخ کے ساتھ ضرور مقرر کی جائے غیر معین مدت کے لیے ادھار دینا لینا جائز نہیں کیونکہ یہ جھگڑے کا باعث بنتا ہے۔

3۔ معاہدہ لکھتے وقت انصاف سے کام لیا جائے، کسی قسم کی کوئی کمی بیشی یا زیادتی نہ کی جائے۔ اَن پڑھ آدمی کے ساتھ اس چیز کا زیادہ اندیشہ ہوتا ہے۔

4۔ اگر کسی کو خود لکھنا نہیں آتا، بچہ ہے، یا انتہائی بوڑھا یا نابینا وغیرہ تو دوسرے سے لکھوا لے اور جسے لکھنے کا کہا جائے اسے لکھنے سے انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ لکھنا لوگوں کی مدد کرنا ہے اور لکھنے والے کا اس میں کوئی

نقصان بھی نہیں تو مفت کا ثواب کیوں چھوڑے؟

5۔ لکھنے میں یہ چاہیے کہ جس پر ادائیگی لازم آرہی ہے وہ لکھے یا وہ لکھوائے۔

6۔ لین دین کا معاہدہ لکھنے کے بعد اس پر گواہ بھی بنا لینے چاہئیں تاکہ بوقتِ ضرورت کام آئیں۔ گواہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں ہونی چاہئیں۔

7۔ گزشتہ احکام قرض اور ادھار کے حوالے سے تھے، اگر ہاتھوں ہاتھ کا معاملہ ہے یعنی رقم دی اور سودا لے لیا تو اس میں لکھنے کی حاجت نہیں جیسے عموماً دکانوں پر جاکر ہم رقم دے کر چیز خرید لیتے ہیں اور وہاں لکھا نہیں جاتا۔ ہاں اپنے حساب کتاب کیلئے بِل وغیرہ بنالینا مناسب ہے۔ یونہی کوئی چیز وارنٹی پر ہوتی ہے تو بِل بنوایا جاتا ہے کہ بعد میں اُسی کی بنیاد پر وارنٹی استعمال ہوتی ہے۔

8۔ آیت میں لفظ ''یُضَآرَّ'' آیا ہے۔ عربی کے اعتبار سے اسے معروف اور مجہول دونوں معنوں میں لیا جاسکتا ہے۔ ایک صورت یعنی مجہول کے اعتبار سے معنٰی ہوگا کہ کاتبوں اور گواہوں کو ضرر یعنی نقصان نہ پہنچایا جائے۔ اس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ کاتب اور گواہ اپنی ضرورتوں میں مشغول ہوں تو انہیں اس وقت لکھنے پر مجبور کیا جائے، ان سے ان کا کام چھڑوایا جائے یا کاتب کو لکھنے کا معاوضہ نہ دیا جائے یا گواہ دوسرے شہر سے آیا ہو اور اسے سفر کا خرچہ نہ دیا جائے۔ دوسری صورت یعنی معروف پڑھنے میں معنٰی یہ ہوگا کہ کاتب اور گواہ لین دین کرنے والوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔ اس کی صورت یہ ہوگی کہ فرصت اور فراغت کے باوجود نہ آئیں یا لکھنے میں کوئی گڑبڑ کریں۔

9۔ آیت کے اس حصے ﴿وَ اَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَایَعْتُمْ﴾ میں خرید و فروخت کرتے ہوئے گواہ بنالینے کا حکم ہے اور یہ حکم مستحب ہے۔

گواہی کے احکام:

یہاں آیت میں گواہ کا مسئلہ بھی بیان کیا گیا ہے، اس کی مناسبت سے گواہی کے چند احکام بیان کئے جاتے ہیں۔

1۔ گواہ کے لیے آزاد، عاقل، بالغ، اور مسلمان ہونا شرط ہے۔ کفار کی گواہی صرف کفار پر مقبول ہے۔

2۔ تنہا عورتوں کی گواہی معتبر نہیں خواہ وہ چار ہی کیوں نہ ہوں مگر وہ معاملات جن پر مرد مطلع نہیں ہو سکتے جیسا کہ بچہ جننا اور عورتوں کے خاص معاملات ان میں ایک عورت کی گواہی بھی مقبول ہے۔

3۔ حدود و قصاص میں عورتوں کی گواہی بالکل معتبر نہیں صرف مردوں کی شہادت ضروری ہے، اس کے سوا اور معاملات میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی بھی مقبول ہے۔ (مدارک، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۸۲، ص ۱۴۴)

گواہی دینا فرض اور چھپانا ناجائز ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ لکھنے والے یا گواہ کو نقصان پہنچانا حرام ہے، اسی لئے فقہاء نے فرمایا کہ اگر لکھنے والا اپنے لکھنے کی مزدوری مانگے یا گواہ اپنی آمد و رفت کا ضروری خرچ طلب کرے تو یہ اس کا حق ہے اس کو ادا نہ کرنا بھی اس کو نقصان پہنچانے میں داخل اور ناجائز ہے، اسلام نے اپنے نظام عدالت میں جس طرح گواہ کو گواہی دینے پر مجبور کیا ہے اور گواہی چھپانے کو سخت گناہ قرار دیا ہے اس طرح اس کا بھی انتظام کیا کہ لوگ گواہی سے بچنے پر مجبور نہ ہو جائیں اسی دو طرفہ احتیاط کا یہ اثر تھا کہ ہر معاملہ میں سچے بے غرض گواہ مل جاتے اور فیصلے جلد اور آسان حق کے مطابق ہو جاتے۔ آج کی دنیا نے اس قرآنی اصول کو نظر انداز کر دیا ہے تو سارا نظام عدالت برباد ہو گیا۔ واقعہ کے اصلی اور سچے گواہ ملنا تقریبا مفقود ہو گیا ہر شخص گواہی سے جان چرانے پر مجبور ہو گیا، وجہ یہ کہ جس کا نام گواہی میں آگیا اگر معاملہ پولیس اور فوجداری کا ہے تو روز وقت بے وقت تھانیدار صاحب اس کو بلا بھیجتے ہیں اور بعض اوقات گھنٹوں بٹھائے رکھتے ہیں، دیوانی عدالتوں میں بھی گواہ کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جاتا ہے جیسے یہ کوئی مجرم ہے پھر روز روز مقدمہ کی پیشیاں بدلتی ہیں تاریخیں لگتی ہیں گواہ بیچارہ اپنا کاروبار اور مزدوری اور ضروریات چھوڑ کر آنے پر مجبور ہے ورنہ وارنٹ کے ذریعہ گرفتار کیا جائے اس لئے کوئی شریف کاروباری آدمی کسی معاملہ کا گواہ بننا اپنے لئے ایک عذاب سمجھنے اور مقدور بھر اس سے بچنے پر مجبور کر دیا گیا صرف پیشہ ور گواہ ملتے ہیں جن کے ہاں جھوٹ سچ میں کوئی امتیاز نہیں ہوتا۔ قرآن حکیم نے ان بنیادی ضروریات کو اہمیت کے ساتھ بتلا کر ان تمام خرابیوں کا انسداد فرمایا۔

اس آیت میں فرمایا گیا کہ ''جب گواہوں کو بلایا جائے تو وہ انکار نہ کریں'' اس سے معلوم ہوا کہ گواہی دینا فرض ہے، لہٰذا جب مدّعی گواہوں کو طلب کرے تو انہیں گواہی کا چھپانا جائز نہیں۔ یہ حکم حدود کے سوا اور معاملات میں ہے، حدود میں گواہ کو بتانے اور چھپانے دونوں کا اختیار ہے بلکہ چھپانا افضل ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث مبارک میں ہے، نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کی پردہ پوشی کرے اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب الستر علی المؤمن۔۔۔الخ، ۳ / ۲۱۸، الحدیث: ۲۵۴۴)

لیکن چوری کے معاملے میں مال لینے کی گواہی دینا واجب ہے تاکہ جس کا مال چوری کیا گیا ہے اس کا حق تلف نہ ہو، البتہ گواہ اتنی احتیاط کر سکتا ہے کہ چوری کا لفظ نہ کہے اور گواہی میں یہ کہنے پر اِکتفا کرے کہ یہ مال فلاں شخص نے لیا۔

آیت کے آخر میں ارشاد ہے ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ﴾ یعنی ڈرو اللہ سے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اصول صحیہ کی تعلیم دیتا ہے (یہ اس کا احسان ہے) اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے چونکہ اس آیت میں بہت سے احکام آئے ہیں بعض فقہاء نے بیس اہم مسائل فقہی اس آیت سے نکالے ہیں اور قرآن کریم کی عام عادت ہے کہ قانون بیان کرنے سے آگے اور پیچھے خوف خدا اور خوف روز جزاء دلا کر لوگوں کے ذہنوں کو تعمیل حکم کے لئے آمادہ کرتا ہے، اسی طریقہ کے مطابق اس آیت کا خاتمہ خوف خداوندی پر کیا اور یہ بتلایا کہ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں اگر تم کسی ناجائز حیلہ سے بھی کوئی خلاف ورزی کرو گے تو خدا کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔

3.3۔ سورۃ البقرۃ آیات: 284۔286

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ۭ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ O اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ

رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۚ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۚ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۖ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ O لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۖ وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۚ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ﴾(سورۃ البقرۃ، ۲۸۴:۲۔۲۸۶)۔

آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے، سب اللہ کا ہے تم اپنے دل کی باتیں خواہ ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ بہر حال ان کا حساب تم سے لے لے گا پھر اسے اختیار ہے، جسے چاہے، معاف کر دے اور جسے چاہے، سزا دے وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

رسول اُس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی ہے اور جو لوگ اِس رسول کے ماننے والے ہیں، انہوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کر لیا ہے یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں اور ان کا قول یہ ہے کہ: ''ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے، ہم نے حکم سنا اور اطاعت قبول کی مالک! ہم تجھ سے خطا بخشی کے طالب ہیں اور ہمیں تیری ہی طرف پلٹنا ہے''۔

اللہ کسی متنفس پر اُس کی مقدرت سے بڑھ کر ذمہ داری کا بوجھ نہیں ڈالتا ہر شخص نے جو نیکی کمائی ہے، اس کا پھل اسی کے لیے ہے اور جو بدی سمیٹی ہے، اس کا وبال اسی پر ہے (ایمان لانے والو! تم یوں دعا کیا کرو) اے ہمارے رب! ہم سے بھول چوک میں جو قصور ہو جائیں، ان پر گرفت نہ کر مالک! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال، جو تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالے تھے پروردگار! جس بار کو اٹھانے کی طاقت ہم میں نہیں ہے، وہ ہم پر نہ رکھ، ہمارے ساتھ نرمی کر، ہم سے درگزر فرما، ہم پر رحم کر، تو ہمارا مولیٰ ہے، کافروں کے مقابلے میں ہماری مدد کر۔

وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ: اور اگر تم ظاہر کرو جو کچھ تمھارے دل میں ہے۔

اَوْ تُخْفُوْهُ: یا تم اسے (جو کچھ تمھارے دل میں ہے) چھپاؤ۔

تفسیر آیت ﴿لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ...﴾(سورۃ البقرۃ:284 :2)

سورۃ البقرۃ کی یہ آیات دراصل اس سورت کا اختتامیہ ہے۔ جس طرح سورۃ البقرۃ کی ابتداء میں دین کے ان اصولی امور کی نشاندہی کی گئی تھی جن پر دینِ اسلام کی بنیاد ہے یہاں بھی اس سبق کی پھر سے یاد دہانی کروائی گئی ہے۔اور بتایا گیا ہے کہ دین کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا زمین وآسمان اور ان میں جو کچھ بھی ہے، کا مالک ہونا ہی اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انسان کے لیے کوئی دوسرا طرزِ عمل اس کے علاوہ جائز نہیں ہو سکتا کہ وہ اللہ کے آگے سر جھکادے اور ہر انسان انفرادی طور پر اللہ تعالیٰ کو جوابدہ ہے اس کا کوئی عمل اس سے مخفی نہیں۔ ظاہر تو ظاہر دلوں کے چھپے ہوئے ارادے اور خیالات تک اس کے علم سے پوشیدہ نہیں۔

جہاں تک دل کی پوشیدہ باتوں پر مؤاخذے کا تعلق ہے جیسا کہ ﴿اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ﴾ (یا تم اسے چھپاؤ اللہ اس بارے میں تمھارا محاسبہ کرے گا) میں بیان کیا گیا ہے تو اس سے یہ مراد نہیں کہ دل میں جو خیالات اور وسوسے گزرتے رہتے ہیں ان کا بھی محاسبہ ہوگا بلکہ اس سے صرف وہ عزائم مراد ہیں جو مضبوط ارادے کے ساتھ دل میں موجود ہیں لیکن کسی مزاحمت یا مجبوری کی وجہ سے وہ ظاہر نہ ہو سکے یا عمل میں نہ آسکے۔ مثلاً ایک شخص اگر کسی کے قتل کا دل میں پختہ ارادہ رکھتا ہے تو ہر چند کسی خوف یا مجبوری کے سبب سے اس کا ارادہ بروئے کار نہ آسکے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں اس ارادے پر اس کی پکڑ ہو گی۔ (مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن)

تفسیر آیت ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ﴾ (سورۃ البقرۃ: 285 :2)

اس آیت میں اسلام کے بنیادی عقائد اور رسول اللہ ﷺ اور مومنین کا طرز عمل بیان کیا گیا ہے۔ اسلام کے جن بنیادی عقائد کو یہاں بیان کیا گیا ان میں اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان لانا شامل ہے۔ ان عقائد کو قبول کرنے کے بعد ایک مسلمان کے لیے صحیح طرز عمل یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے جو حکم پہنچے، اسے وہ بسر و چشم قبول کرے، اس کی اطاعت کرے، اور اپنے حسن عمل پر غرہ نہ کرے، بلکہ اللہ سے عفو و درگزر کی درخواست کرتا رہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر رسول

اللہ ﷺ کے ایمان کے ساتھ دیگر مومنین کو صفت ایمان میں شریک کر کے گویا انھیں شرف واعزاز عطا فرمایا ہے۔ حالانکہ رسول ﷺ کے ساتھ صفت ایمان کی حقیقت اور آپ ﷺ کے سوا تمام اہلِ ایمان کی حقیقت، ماہیت اور کیفیت میں زمین وآسمان کا فرق ہوتا ہے۔ (مولانا مودودیؒ، تفہیم القرآن) اس آیت میں چار بنیادی عقائد کو تو صراحت سے بیان کیا گیا ہے جب کہ پانچواں عقیدہ یعنی عقیدہ آخرت کو ﴿وَاِلَیۡكَ الۡمَصِیۡرُ﴾ میں بیان کیا گیا ہے۔

﴿لَا نُفَرِّقُ بَیۡنَ اَحَدٍ مِّنۡ رُّسُلِهٖ﴾: (ہم (ایمان لانے میں) رسولوں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے)

آیت کے اس مقام کی تفسیر کے ضمن میں سید قطب ''فی ظلال القرآن'' میں تحریر کرتے ہیں: اللہ پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ انسان ان تمام حقائق پر ایمان لے آئے، جو منجانب اللہ آئے ہیں۔ ان تمام رسولوں کی تصدیق کرے، جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے کبھی مبعوث ہوئے۔ اس لئے کہ وہ سرچشمہ ایک ہے۔ جس کی جانب سے یہ سب رسول آئے۔ وہ تمام کتابیں جو نازل ہوئیں وہ ایک ہی ذات کی طرف سے نازل ہوئیں۔ اس لیے اس تصور ایمان کے نتیجے میں ایک مسلمان کے ذہن میں رسولوں کے مقام وحیثیت میں کوئی فرق وامتیاز ممکن ہی نہیں۔ ہر رسول اللہ جل شانہ کی جانب سے مبعوث ہوا۔ اور وہ ایسی صورت میں مبعوث ہوا، جو ان لوگوں کے حالات کے مناسب تھی جن کی طرف وہ رسول مبعوث ہوا تھا۔ اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا اور آخر کار حضرت محمد خاتم النبیین ﷺ پر ختم ہوا۔ اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت ایسی شکل وصورت میں تشکیل پائی کہ وہ قیامت تک تمام انسانیت کے لیے ایک آخری اور مکمل نظام زندگی قرار پائی۔ (سید قطب، فی ظلال القرآن)۔۔ سورۃ البقرۃ کی آیت ﴿تِلۡكَ الرُّسُلُ فَضَّلۡنَا بَعۡضَهُمۡ عَلٰی بَعۡضٍ ۘ مِنۡهُمۡ مَّنۡ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعۡضَهُمۡ دَرَجٰتٍ﴾[9] (یہ

[9]۔ سورۃ البقرۃ، ۲:۲۵۳۔

وہ رسول ہیں جن میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی۔ان میں سے بعض وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام کیا اور بعض کے درجے کسی اور اعتبار سے بلند کیے)۔ اور اسی طرح صحیح بخاری، کتاب التفسیر میں مذکور حدیث: ''جو شخص یہ کہے کہ میں یونس بن متی سے بہتر ہوں، اس نے جھوٹ بولا''[10] کو سامنے رکھتے ہوئے مذکورہ آیت کا مفہوم یہ ہو گا کہ اگرچہ تمام انبیاء نبی ہونے کے لحاظ سے ایک سطح پر ہیں اور سب پر ایمان لانے میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا مگر فضائل کے لحاظ سے ان میں فرق ہوتا ہے۔(ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن، مولانا عبد الرحمٰن کیلانی، تیسیر القرآن)اس کے ساتھ مسلمانوں کے وحی الٰہی اور تبلیغ نبوی کو مثبت رد عمل کے اظہار کے لیے سمع و طاعت کے الفاظ استعمال کیے گئے۔ سمع کا مطلب صرف سننا نہیں ہے بلکہ سن کر اس کو ماننا اور قبول کرنا بھی ہے۔ تو ﴿سَمِعْنَا﴾ میں دل سے ایمان لانے کی طرف اشارہ ہے جب کہ ﴿اَطَعْنَا﴾ میں عملی اطاعت کا اظہار ہے یہی ایمان اور اسلام کی حقیقت بھی ہے۔ کہ دل سے قبول کرنا ایمان اور اس پر عمل کرنا اسلام ہے۔(مولانا امین احسن اصلاحیؒ، تدبر قرآن،) ایمان و عمل کی اس بڑی ذمہ داری کو اپنے سر لینے کے بعد فوراً اللہ سے مغفرت کی طلب اس بات کا اظہار ہے کہ اس بھاری ذمہ داری میں لغزشوں اور کوتاہیوں کے خدشے کا ہونا یقینی ہے لہذا اس سے نکلنے کا راستہ اللہ تعالیٰ کی مغفرت کے سوا کوئی نہیں ہے اور پھر ﴿وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾ کے بیان سے خدا کی بارگاہ میں اپنے آپ کو مکمل سپرد کر دینے کا اظہار ہے۔ کہ اے اللہ تیرے سوا کوئی نہیں جو مرجع و ماوی بن سکے۔

مفسرین کے مطابق آیت میں بہت سے غلط بیانیوں اور عقائد کو رد کر ان کی جگہ درست بیانیے اور عقائد ذکر کیے گئے ہیں۔ جیسے یہ فرما کر کہ ''ہم رسولوں میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے'' سے یہود و نصاریٰ کے عقیدہ کو رد کیا گیا کیونکہ یہود عیسیٰ علیہ السلام اور نبی کریم ﷺ کو نبی نہیں مانتے جب کہ عیسائی حضور ﷺ کو نہیں مانتے حالانکہ جس طرح موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام من جانب اللہ تھے اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام اور نبی کریم ﷺ من جانب اللہ ہیں۔ اسی طرح ﴿سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا﴾ میں ان کفار کے بیانیے کو

---

[10]۔ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، الجامع الصحیح، کتاب التفسیر، حدیث: ۴۴۱۵۔

تعریضاً رد کیا گیا کہ دیکھیے ﴿سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا﴾[11] کہ ہم نے سنا اور نافرمانی کی جیسا کہ ﴿وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ﴾ سے تعریضاً یہود و نصاریٰ کے اس بیانیے اور طرز عمل کو رد کیا گیا کیونکہ وہ اپنے آباء و اجداد اور شرکا و سفارش کرنے والوں کے اعتماد پر سمع و طاعت کی ذمہ داریوں سے دستبردار ہو چکے تھے لیکن امتِ محمدیہ پر یہ حقیقت واضح ہے کہ سب کو اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے اور اسی کو جوابدہ ہونا ہے۔ (دیکھیے: مولانا امین احسن اصلاحیؒ، تدبر قرآن)۔

تفسیر آیت: ﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ...﴾ (سورۃ البقرۃ: 286 :2)

سورۃ البقرۃ کی آخری آیت کی تفسیر میں مفسرین نے مندرجہ ذیل امور بیان کیے گئے ہیں:

۱۔ یہ آیت ہجرت مدینہ سے ایک سال قبل نبی کریم ﷺ کے سفرِ معراج کے موقع پر نازل ہوئی۔ اس وقت مسلمانوں پر آزمائشوں اور مشکلات کا دور عروج پر تھا اس موقع پر اللہ تعالیٰ، خالق کائنات علیم و حکیم نے اپنے بندوں کو آزمائشوں کے ان عروج کے حالات میں اصولِ مجازات کے ساتھ ایک دعا بھی سکھائی۔

۲۔ اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی طاقت کے مطابق ذمہ داری اور کسی کام کا مکلف بناتا ہے۔ کوئی شخص اگر کسی کام کی طاقت نہیں رکھتا تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کام کے بارے میں بازپرس نہیں کرے گا لیکن یہ فیصلہ کہ کون کس کام کی قدرت نہیں رکھتا یہ اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہے۔ اپنی مقدرت کا فیصلہ انسان خود نہیں کر سکتا۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کے قانون جزا اور مجازات کے مطابق ہر آدمی اپنے کام کا خود ذمہ دار ہے اسے اپنے کیے کی جزا یا سزا ملے گی یہ نہیں کہ کام کوئی کرے اور انعام کسی دوسرے کو ملے یا قصور کوئی کرے اور سزا کسی اور کو ملے۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ایک شخص نے کسی اچھے یا بُرے کام کی بنیاد رکھی اور دنیا میں اس کے اچھے یا برے کام کے اثرات چلتے رہیں تو اس کے کھاتے میں حساب و کتاب چلتا رہے گا۔

---

[11] ۔ سورۃ البقرۃ، ۲: ۹۳، اور سورۃ النساء، ۴: ۴۶۔ قرآن مجید میں یہ قول بعض یہودیوں کی طرف منسوب ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ سے ایسی آزمائشوں اور تکالیف سے حفاظت کے متعلق دعا کی تعلیم دی گئی ہے جو پہلی اقوام کو پیش آئیں۔ اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ حق کے راستے میں جہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائشیں آتی ہیں وہاں اسی ذات سے یہ دعا کرنی چاہیے کہ وہ اُسی قدر آزمائش ہم پر ڈالے جتنی ہم برداشت کر سکیں اور اس کے ساتھ حق کی راہ میں آنے والی مشکلات میں استقلال اور ثابت قدمی عطا فرمائے۔

خود آزمائی

1۔ آیت الکرسی کا ترجمہ تحریر کیجیے۔

2۔ آیت الکرسی میں مذکور اللہ تعالیٰ کی صفات کی فہرست مرتب کیجیے اور مفسرین کی توضیحات کی روشنی میں ان صفات کا مفہوم سپردِ قلم کیجیے۔

3۔ آیت المداینہ کا ترجمہ لکھیے۔

4۔ آیت المداینہ کی روشنی میں لین دین اور اس کے ضمن میں قرض کے معاہدے کے قرآنی احکام تحریر کیجیے۔

5۔ سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات کا ترجمہ تحریر کیجیے۔

6۔ سورۃ البقرۃ کی آخری آیات کی فضیلت سے آگاہی کے ساتھ ان آیات کے مضامین اور مفہوم لکھیے۔

یونٹ نمبر4

سورۃالمومنون

آیات 1۔22:ترجمہ وتفسیر

تالیف وترتیب:ڈاکٹر محمد طیب خان
نظر ثانی:ڈاکٹر حافظ محمد ارشد اقبال

فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
یونٹ کا تعارف	47
یونٹ کے مقاصد	47
یونٹ نمبر4: سورۃالمؤمنون: آیات 1۔22: ترجمہ و تفسیر	46-58
خودآزمائی	58

یونٹ کا تعارف

عزیز طلبہ وطالبات ! اس یونٹ میں سورۃ المؤمنون کی آیات اتا ۲۲ کے ترجمہ و تفسیر زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ اس ضمن میں آیات کا بامحاورہ ترجمہ اور مختصر تفسیر کے ذریعے ان آیات میں مذکور کامیاب مومنین کی صفات اور انسانی زندگی کے مختلف مراحل کو بیان کیا گیا ہے۔

یونٹ کے مقاصد

عزیز طلبہ وطالبات ! اس یونٹ کے درسی مواد کے مطالعہ کے بعد آپ میں ان شاء اللہ یہ اہلیت پیدا ہو جائے گی کہ آپ

1۔ سورۃ المؤمنون کی آیات اتا ۲۲ کی تلاوت کے ساتھ ان آیات کے ترجمہ اور تفسیر سے واقف ہو سکیں۔

2۔ سورۃ المؤمنون کی ابتدائی گیارہ آیات میں مذکور کامیاب مومنین کی صفات سے آگاہ ہو سکیں۔

3۔ سورۃ المؤمنون کی آیات کی روشنی میں انسانی زندگی کے مختلف مراحل کو جان سکیں۔

4۔ سورۃ المومنون

(آیات 1۔22: ترجمہ و تفسیر)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ O اَلَّذِیۡنَ ہُمۡ فِیۡ صَلَاتِہِمۡ خَاشِعُوۡنَ O وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ عَنِ اللَّغۡوِ مُعۡرِضُوۡنَ O وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِلزَّکٰوۃِ فٰعِلُوۡنَ O وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِفُرُوۡجِہِمۡ حٰفِظُوۡنَ O اِلَّا عَلٰۤی اَزۡوَاجِہِمۡ اَوۡ مَا مَلَکَتۡ اَیۡمَانُہُمۡ فَاِنَّہُمۡ غَیۡرُ مَلُوۡمِیۡنَ O فَمَنِ ابۡتَغٰی وَرَآءَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡعٰدُوۡنَ O وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ لِاَمٰنٰتِہِمۡ وَعَہۡدِہِمۡ رٰعُوۡنَ O وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ عَلٰی صَلَوَاتِہِمۡ یُحَافِظُوۡنَ O اُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡوٰرِثُوۡنَ O اَلَّذِیۡنَ یَرِثُوۡنَ الۡفِرۡدَوۡسَ ہُمۡ فِیۡہَا خٰلِدُوۡنَ O﴾

(دو جہاں میں) کامیاب ہوئے وہ مومن جو اپنی نمازوں میں عاجزی کرنے والے ہیں۔ اور وہ جو بے ہودہ باتوں سے منہ پھیرنے والے ہیں۔ اور وہ جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ مگر اپنی بیویوں سے، یا جن کے مالک ہوئے ان کے دائیں ہاتھ (کنیزوں) سے بے شک ان پر کوئی ملامت نہیں۔ پس جو ان کے سوا چاہے تو وہی ہیں حد سے بڑھنے والے۔ اور (کامیاب ہیں وہ مومن) جو اپنی امانتوں کی اور اپنے عہد کی رعایت کرنے والے ہیں۔ اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو وارث ہوں گے (جنتِ) فردوس کے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

تعارف اور فضیلت

سورۃ المومنون مکی سورت ہے۔ اس سورت کی پہلی دس آیات کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے ان کے نزول کے وقت فرمایا تھا کہ مجھ پر دس آیات نازل ہوئی ہیں، جس نے ان آیات میں ذکر کی گئی باتوں کو اپنایا تو وہ جنت میں

داخل ہو گا[12]۔

تفسیر

کامیاب مومنین کے اوصاف

سورۃ المومنون کی پہلی گیارہ (۱۱) آیات میں فلاح پانے والے یا کامیابی حاصل کرنے والے مومنین کی سات صفات اور ان کے انعام کا ذکر ہے۔ یہ فلاح یا کامیابی عام اور شامل ہے جس میں آخرت کی کامل مکمل فلاح بھی داخل ہے اور دنیاوی زندگی میں بھی جس قدر فلاح کا حصول ممکن ہو وہ بھی۔ کیونکہ دنیا کی زندگی میں مکمل فلاح، کامیابی اور انسان کی ہر مراد کا پورا ہونا ممکن نہیں۔ ان صفات کا مختصر بیان مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ نماز میں خشوع: کامیاب مومنین کی پہلی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ نماز میں خشوع کرنے والے ہیں۔ مفسرین کے مطابق خشوع کا مفہوم انتہائی تذلل، خوف، اعضا کے سکون، آنکھیں نیچی کر کے عاجزی سے جھکنے اور ہر طرف سے توجہ ترک کر کے یکسو ہونے کو کہا جاتا ہے۔ جب کہ نماز میں خشوع سے مراد یہ ہے کہ نماز میں اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف مکمل توجہ اور اہتمام کیا جائے۔ تو کامیاب مومن وہ ہیں جو نماز پڑھتے ہوئے رکعتوں کی تعداد پوری کرنے کی طرف ہی متوجہ نہیں ہوتے بلکہ وہ نماز میں خشوع و خضوع، مکمل یکسوئی اور عاجزی سے رب کے حضور حاضر رہتے ہیں۔ (بیان القرآن از ڈاکٹر اسرار احمد)۔ نماز میں بغیر ارادے کے خیالات کا نفسِ انسانی کی ایک فطری کمزوری ہے خشوع کا تقاضا ہے کہ آدمی جب بھی یہ بے ارادہ خیالات آئیں اسی وقت وہ اپنی توجہ ان خیالات سے ہٹا کر نماز کے الفاظ کو زبان و دل کی یکسوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو (تفہیم القرآن از سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ)۔

۲۔ اعراض عن اللغو: کامیاب مومنوں کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ لغو سے اپنے آپ کو بچائے رکھتے ہیں لغو سے مراد گناہ یا معصیت نہیں بلکہ اس سے مراد ہر ایسا کام یا عمل ہے جو فضول اور بے فائدہ ہو (بیان القرآن از ڈاکٹر

---

[12]۔ ابو عیسیٰ ترمذی، سنن الترمذی، کتاب التفسیر، باب: من سورۃ المؤمنون، ۵: ۷۱، حدیث نمبر ۳۱۸۴۔

اسرار احمد)۔یعنی مومن وقت کی اہمیت کو پیشِ نظر رکھتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ انسان کی عاقبت اور انجام تبھی سنوار سکتا ہے کہ جب وہ وقت کو سب سے بڑا سرمایہ سمجھتے ہوئے فضول اور بے مقصد مصروفیات کی بجائے مثبت اور تعمیری کاموں میں اپنا وقت صرف کرے۔ نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے: مِن حُسنِ إسلامِ المرْءِ تَرْكُه ما لا يَعنيهِ (کسی شخص کے اسلام کی خوبی میں سے ہے کہ وہ بے مقصد کو چھوڑ دے)[13]۔ مومن کو یہ بھی احساس ہوتا ہے کہ دنیا محدود وقت کے لیے ایک امتحان گاہ ہے اس لیے اسے اپنے آپ کو فضول اور بے مقصد کاموں سے اپنے آپ کو بچا کر عزت سے گزر جانا ہے اور وقت پاس کر کے نہیں بلکہ وقت کا صحیح استعمال کر کے اسی طرح کام میں لانا ہے جس طرح ایک طالب علم امتحان کے لیے ایک ایک لمحے کو قیمتی سمجھ کر کام میں لاتا ہے۔(خلاصہ از تفہیم القرآن، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ)۔

۳۔ فعلِ زکوٰۃ: اس سے مراد بعض مفسرین کے نزدیک زکوٰۃ مفروضہ ہے، (جس کی تفاصیل یعنی زکوٰۃ کا نصاب، شرح مدینہ میں بتلائی گئی تاہم) اس کا حکم مکہ میں ہی دے دیا گیا تھا(احسن البیان از مولانا صلاح الدین یوسف)۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ قرآنی سیاق میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ مفروضہ کا ہی ذکر آتا ہے (امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن)۔ بعض کے نزدیک یہاں فرض زکوٰۃ مراد نہیں بلکہ انفاق فی سبیل اللہ مراد ہے()۔اور بعض کے نزدیک ایسے افعال کا اختیار کرنا ہے، جس سے نفس اور اخلاق و کردار کی پاکیزگی ہو۔[یہ اس بناء پر کہ زکوٰۃ کی فرضیت مکہ میں ہوئی لہذا یہاں زکوٰۃ سے مشہور مفہوم مراد نہیں](احسن البیان از مولانا صلاح الدین یوسف) تزکیہ نفس کے اس عام مفہوم میں بدن، دل اور مال کا پاک رکھنا سب داخل ہے۔(تفسیر عثمانی) زکوٰۃ کے ساتھ فاعلون کا لفظ اس کے مفہوم کو وسیع کرنے پر دلالت کر رہا ہے، مطلب یہ ہے کہ کامیاب مومن نہ صرف اپنا تزکیہ کرتے ہیں بلکہ اپنے ماحول اور معاشرے کا تزکیہ بھی ان کی صفات میں شامل ہے۔ (سید ابو الاعلی مودودی، تفہیم القرآن)۔

---

[13]۔ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی، السنن، ح:۲۳۱۷۔

۴۔عفت اور عصمت کی حفاظت: اور وہ جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ کامیاب مومن اپنی عفت و عصمت کی حفاظت کرتے ہیں۔وہ اپنی منکوحہ یا مملوکہ عورتوں کے علاوہ کسی اور جگہ اپنی شرمگاہ استعمال نہیں کرتے کیونکہ اسلام میں آزاد شہوت رانی کی اجازت نہیں۔اس لیے مذکورہ جائز مقامات کے علاوہ قضائے شہوت کی کوئی گنجائش نہیں ورنہ مقصد شریعت یعنی نسل اور خاندان کا تحفظ نہیں ہو سکے جو کہ ایک مستحکم معاشرے کی بنیاد ہے۔(مولانا محمد ادریس کاندھلوی، معارف القرآن)

۵۔ادائے امانت: امانتوں کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو یا بندوں کے ساتھ مومن اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ انسانی جان اور اس کے اعضاء و جوارح سب اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف استعمال کرنا اللہ کی دی ہوئی امانتوں میں خیانت کرنا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾[14](اے ایمان والو اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ جان بوجھ کر اپنی امانتوں میں خیانت کرو)۔(مولانا محمد ادریس کاندھلوی، معارف القرآن)

۶۔ایفائے عہد: مومن اپنے عہد و پیمان کی پوری نگہبانی کرتے ہیں اور کسی بھی عہد و پیمان کو توڑنے کی بجائے اس کی پاسداری کرتے اور پورا کرتے ہیں۔عہد و پیمان میں وہ تمام معاہدے داخل ہیں جو انسان اور خدا یا انسان اور انسان یا ایک قوم کے دوسری قوم کے درمیان قائم کیے گئے ہوں (سید ابو الاعلیٰ مودودی، تفہیم القرآن)۔ نبی کریم ﷺ اکثر اپنے خطبوں میں فرمایا کرتے تھے:لا ایمان لمن لا امانۃ لہ ولا دین لمن لا عھد لہ "جو امانت کا لحاظ نہیں رکھتا وہ ایمان نہیں رکھتا،اور جو عہد کا پاس نہیں رکھتا وہ دین نہیں رکھتا(بیھقی،شعب الایمان)۔

۷۔پابندئ نماز: ساتویں صفت کامیاب مومنوں کی یہ ہے کہ وہ اپنی نمازوں کی مکمل حفاظت کرتے ہیں۔مطلب یہ ہے کہ مومن اپنی نمازوں کو ان کے تمام حقوق کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔اوقات،آداب،ارکان،شرائط غرض نماز سے تعلق رکھنے والے ہر عمل کی پوری نگرانی کرتے ہیں۔

---

[14]۔سورۃ الانفال،۸:۲۷۔

کامیاب مومنین کی ان سات صفات کو بیان کرنے کے بعد ان کی منزل اور انعام کا الٰہی فیصلہ یہ ہے کہ یہی وہ مقدس لوگ ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے۔ جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ طِيْنٍO ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍO ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنَاهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَO ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَO ثُمَّ اِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُوْنَO

ترجمہ:

اور البتہ ہم نے انسان کو چُنی ہوئی مٹی سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے مضبوط جگہ میں نطفہ (کی صورت میں) ٹھہرایا پھر ہم نے نطفہ کو جما ہوا خون بنایا؛ پھر ہم نے بنایا جمے ہوئے خون (لوتھڑے) کو بوٹی؛ پھر ہم نے بوٹی سے ہڈیاں بنائیں، پھر ہم نے ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر ہم نے اسے نئی صورت میں اٹھا کر کھڑا کیا پس اللہ بابرکت ہے بہترین پیدا کرنے والا۔ پھر بے شک اس کے بعد تم ضرور مرنے والے ہو۔ پھر بلاشبہ تم روزِ قیامت اٹھائے جاؤ گے۔

تفسیر

انسانی تخلیق کے مراحل سے وجود باری تعالیٰ اور آخرت کا ثبوت

ان آیات میں انسانی تخلیق کی ابتداء سے مکمل پیدائش تک اور پھر قیامت تک کے اہم مراحل ذکر کیے گئے ہیں۔ کہ اولین انسان حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی کے جوہر سے تخلیق کیا گیا پھر اولادِ آدم کی بناء پر باقی انسانوں کی تخلیق کی نسبت بھی مٹی کی طرف کر دی گئی۔ مفسرین نے اس کا یہ مفہوم بھی بیان کیا ہے کہ اس سے

مراد عام انسان کی تخلیق ہے کیونکہ عام انسان کی پیدائش جس نطفے سے ہوتی ہے وہ دراصل مٹی سے نکلا ہوا جوہر ہی ہوتا ہے کیونکہ انسان کی خوراک چاہے معدنیات و نباتات سے حاصل ہو یا نباتات سے پرورش پانے والے جانوروں سے بہر صورت وہ مٹی کے جوہر سے کشید ہو کر انسانی جسم کا حصہ بنتی ہے اس سے پھر نطفہ بنتا ہے جس سے بچے کی تخلیق ہوتی ہے۔(ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن)۔

پھر رحم مادر (Uterus) کو ایک محفوظ اور مضبوط ٹھکانہ قرار دیا گیا جس میں نطفہ رحم مادر میں بیضۂ انثیٰ سے مل کر رحم میں گویا اسی طرح قرار حاصل کرتا ہے جیسے بیج زمین میں دفن ہو جاتا ہے۔

جدید سائنسی معلومات کے مطابق fertilized ovum ابتدائی مرحلے میں رحم کی دیوار کے اندر جماہوا embeded ہوتا ہے، جبکہ اگلے مرحلے میں وہ اس سے ابھر کر bulge out ، کر کے دیوار کے ساتھ جونک کی طرح لٹکنے لگ جاتا ہے۔اور یہی دراصل ''علقہ'' ہے۔

پھر اگلے مرحلے میں یہ ''علقہ'' گوشت کے ایک نیم چبائے ہوئے لوتھڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پھر اس نیم چبائے ہوئے گوشت کو ہڈیوں میں تبدیل کر دیا جاتا ہے جس کا مقصد انسانی ڈھانچے کو مضبوط بنیادوں پر استوار کرنا ہوتا ہے۔ پھر ان ہڈیوں کو گوشت کا لباس پہنایا جاتا ہے یوں وہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ﴾[15] (ہم نے انسان کو احسن تقویم یعنی بہت اچھی ترکیب یا بہت اچھے ڈھانچے میں بنایا) کے مطابق ایک متوازن اور بہترین صورت میں سامنے آتا ہے۔(احسن البیان، صلاح الدین یوسف)۔

اس کے بعد انسان کی تخلیق کے آخری دور کا ذکر ہے۔ جس میں وہ ایک مکمل انسان کی صورت میں اپنی تمام صلاحیتوں اور جسمانی اعضاء کے ساتھ وجود میں آتا ہے۔ انسانی پیدائش نطفے سے لیکر مضغۃ (گوشت کے

[15]۔ سورۃ التین، ۹۵: ۴۔

لوتھڑے)تک ایک سو بیس دن کا سفر کرتا ہے[16] تو اس میں روح پھونکی جاتی ہے۔اس سے اس میں جوہر انسانیت واقع ہوتی ہے جو اسے حیوان سے انسان بناتا ہے۔اور اسی تبدیلی یا تخلیقی مرحلے کو آیت میں ''خلقاآخر''یعنی ایک نئی تخلیق سے تعبیر کیا گیا ہے۔(ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن)۔

یعنی کوئی خالی الذہن آدمی بچے کو ماں کے رحم میں پرورش پاتے دیکھ کر یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ یہاں وہ انسان تیار ہو رہا ہے جو باہر جا کر عقل اور دانائی اور صنعت کے یہ کچھ کمالات دکھائے گا اور ایسی ایسی حیرت انگیز قوتیں اور صلاحیتیں اس سے ظاہر ہوں گی۔وہاں وہ ہڈیوں اور گوشت پوست کا ایک پلندا سا ہوتا ہے جس میں وضع حمل کے آغاز تک زندگی کی ابتدائی خصوصیات کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔نہ سماعت، نہ بصارت، نہ گویائی، نہ عقل و خرد، نہ اور کوئی خوبی۔ مگر باہر آ کر وہ چیز ہی کچھ اور بن جاتا ہے جس کو پیٹ والے جنین سے کوئی مناسبت نہیں ہوتی۔اب وہ ایک سمیع و بصیر اور ناطق وجود ہوتا ہے۔اب وہ تجربے اور مشاہدے سے علم حاصل کرتا ہے۔ اب اس کے اندر ایک ایسی خودی ابھرنی شروع ہوتی ہے جو بیداری کے پہلے ہی لمحہ سے اپنی دسترس کی ہر چیز پر تحکم جتاتی اور اپنا زور منوانے کی کوشش کرتی ہے۔ پھر وہ جوں جوں بڑھتا جاتا ہے،اس کی ذات میں یہ "چیزے دیگر" ہونے کی کیفیت نمایاں تر اور افزوں تر ہوتی چلی جاتی ہے۔جوان ہوتا ہے تو بچپن کی بہ نسبت کچھ اور ہوتا ہے۔ادھیڑ ہوتا ہے تو جوانی کے مقابلے میں کوئی اور چیز ثابت ہوتا ہے۔ بڑھاپے کو پہنچتا ہے تو نئی نسلوں کے لیے یہ اندازہ کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ اس کا بچپن کیا تھا اور جوانی کیسی تھی۔اتنا بڑا تغیر کم از کم اس دنیا کی کسی دوسری مخلوق میں واقع نہیں ہوتا۔کوئی شخص ایک طرف کسی پختہ عمر کے انسان کی طاقتیں اور قابلیتیں اور کام دیکھے،اور دوسری طرف یہ تصور کرے کہ پچاس ساٹھ برس پہلے ایک روز جو بوند ٹپک کر رحم مادر میں گری تھی اس کے اندر یہ کچھ بھرا ہوا تھا، تو بے اختیار اس کی زبان سے وہی بات نکلے گی جو آگے کے فقرے میں آ رہی

[16]۔ امام بخاری، الصحیح الجامع، کتاب بدء الخلق، باب 6۔

ہے۔(تفہیم القرآن)

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غَافِلِيْنَ O﴾

ترجمہ: اور تمہارے اوپر ہم نے سات راستے بنائے اور تخلیق کے کام سے ہم کچھ نابلد (غافل) نہ تھے۔

تفسیر

انسانی بقا کا ضامن نظامِ ربوبیت

قرآن مجید میں زیادہ تر جہاں بھی اللہ تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا ذکر کیا وہاں زمین وآسمان کی تخلیق کا بھی ذکر کیا ہے[17] (حافظ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم)۔ یہ نظامِ ربوبیت ہے جو ایک طرف اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کر کے چھوڑ نہیں دیا بلکہ اس نے انسانی ترقی اور محدود مدت تک اس کی بقاء کے لیے اپنی شانِ ربوبیت کے مطابق انتظام کر رکھا ہے۔ ذاتِ باری تعالیٰ کی شان ربوبیت کا ذکر مذکورہ بالا اور آنے والی آیات میں کیا گیا ہے۔

آیت میں طرائق کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا معنی راستے کے ہیں۔ مفسرین نے اس کے متعدد مفہوم بیان کیے ہیں۔ جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ فضا میں یا آسمان میں ایسے طبقات ہیں جو ایک دوسرے کے اوپر ہیں یا ایک دوسرے کی نسبت بہت دور ہیں۔ یہ وہی مفہوم ہے جو سورۃ الملک کی آیت: سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقاً (طبق بر طبق سات آسمان) میں بیان ہوئے ہیں۔ قدیم مفسرین جیسے امام مجاہدؒ نے سبع طرائق کی یہی توجیہ پیش کی ہے۔[18] (حافظ ابن کثیر، تفسیر القرآن

---

[17]۔ سورۃ غافر آیت ۵۷ میں فرمایا کہ آسمانوں اور زمین کی پیدائش انسان کی پیدائش سے بڑی ہے۔ سورۃ الم السجدۃ جسے نبی کریم ﷺ جمعہ کے صبح پڑھا کرتے تھے، اس میں پہلے آسمانوں اور زمین کی پیدائش بیان کی پھر انسان کا مٹی سے پیدا ہونا بیان فرمایا۔ اور اس میں آخرت، جزا اور دیگر مقاصد کا بیان کار فرما ہیں۔

[18]۔ جیسا کہ دیگر آیات بھی اس نظریے کی تائید کرتی ہیں دیکھیے: سورۃ الاسراء: ۱۷: ۴۴، سورۃ نوح، ۷۱: ۱۵،

العظیم)۔

۲۔اس سے مراد سات سیاروں کی گردش کے راستے ہیں،اور چونکہ اس زمانے کاانسان سبع سیارہ ہی سے واقف تھا،اس لیے سات ہی راستوں کاذکر کیاگیا۔اس کے معنی بہر حال یہ نہیں ہیں کہ ان کے علاوہ اور دوسرے راستے نہیں ہیں۔

۳۔ان سے سات اہم فلکی مدار بھی ہو سکتے ہیں۔

۴۔اسی طرح ان سے مراد وہ سات کہکشاں بھی ہو سکتے ہیں جس طرح ہم سورج کی کہکشاں میں بستے ہیں۔

۵۔ان سے سات سدم بھی مراد ہو سکتے اور سدم سے مراد فلکیات والوں کے نزدیک ستاروں کے مجموعے (Nebula)ہیں۔

سبع طرائق سے جو بھی مراد ہو لیکن آیت میں لفظ ''فوقکم (تمہارے اوپر)'' سے یہ بات سمجھ میں آتی کہ یہ راستے زمین پر نہیں ہیں بلکہ زمین سے اوپر خلا یاآسمان میں ہیں اور فلکی ہیں اور اسی فضائے کائنات میں ہیں۔

﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ O﴾

ترجمہ

اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی ماپ کر پھر اس کو ٹھہرا دیا زمین میں اور ہم اس کو لے جائیں تو لے جا سکتے ہیں۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم ایک اندازے سے پانی برساتے ہیں پھر آبیاری کے لیے جتنی ضرورت ہوتی ہے اسے روک لیتے ہیں حالانکہ اگر ہم چاہیں تو سارا پانی دوبارہ ندی نالوں میں لے جانے پر قادر ہیں اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ ہم پانی کو ختم یا خشک کر دینے پر بھی قادر ہیں اور یہ بھی ہمارے اختیار میں ہے کہ ہم پانی کو زمین کے اتنا نیچے اتار دیں کہ کوئی کنواں، کوئی ٹیوب ویل اس کا سراغ نہ لگا سکے۔یہ سراسر اللہ کی ربوبیت ہے کہ جس طرح ماں اپنے بچے کی نگرانی کرتی اور کھلانے پلانے کا بندوبست کرتی ہے اللہ بھی اپنی مخلوقات کی اسی طرح دیکھ بھال کرتا ہے۔(ڈاکٹر اسلم صدیقی، روح القرآن،)

فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ اَعْنَابٍ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (19) وَ شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَ صِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ (20) وَ اِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهَا وَ لَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ (21) وَ عَلَيْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ (22)

ترجمہ

پس ہم نے پیدا کیے اس سے تمہارے لیے کھجوروں اور انگوروں کے باغات، تمہارے لیے ان میں بہت سے میوے ہیں اور اس سے تم کھاتے ہو۔ اور درختِ (زیتون) جو طور سیناسے نکلتا ہے، وہ اگتا ہے تیل اور سالن لیے ہوئے کھانے والوں کے لیے۔ اور بے شک تمہارے لیے چوپایوں میں مقامِ عبرت ہے، ہم تمہیں ان سے پلاتے ہیں (دودھ) جو ان کے پیٹوں میں ہے، اور تمہارے لیے ان میں اور بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے (بعض) تم کھاتے ہو اور ان پر اور کشتی پر تم سوار کیے جاتے ہو۔

تفسیر

اہل ایمان کی صفات میں سے ایک اہم صفت یہ ہے کہ وہ خود اپنے نفوس کے اندر پائے جانے والے دلائل ایمان پر غور کریں۔ سب سے پہلے وہ ذرا اپنے وجود اور اس کی نشو و نما کی حقیقت پر غور کریں کہ اس کی شخصیت کا آغاز کس چھوٹے سے جرثومے سے ہوا اور پھر بعث بعد الموت اور آخرت کی زندگی کا حال کیا ہوگا۔ ان دونوں زندگیوں کی دنیاوی اور اخروی کیفیت کے درمیان تعلق کی نوعیت کیا ہے؟ (سید قطب، فی ظلال القرآن)۔

مقصود ان تمام نعمتوں کے ذکر سے صرف اس حقیقت کی طرف توجہ دلانی ہے کہ جس پروردگار نے نہایت جز رسی کے ساتھ تمہاری ایک ایک ضرورت کو پورا فرمایا ہے اس کے بارے میں تم نے یہ کیسے تصور کر لیا ہے کہ وہ تمہیں ایک سے ایک بیش قیمت نعمت سے نوازتا ہے لیکن کبھی اس کے بارے میں یہ نہیں پوچھے گا کہ تم نے میری نعمتوں کا کیا حق ادا کیا؟ تمہارے آپس میں ایک دوسرے سے تعلقات ہیں، افادہ و استفادہ، اخذ ورد اور استعانت اور معاونت انسانی زندگی کا ناگزیر پہلو ہے۔ تم میں طاقتور کمزوروں کے ساتھ جو چاہیں سلوک کریں اور

اللہ کی زمین پر اللہ کے بندوں کے لیے جینا مشکل کر دیں اور وہ نعمتیں جو اس نے سب کے لیے پیدا کی ہیں ان پر زبردستی قبضہ کر کے اپنے لیے مخصوص کر لیں اور دوسرے ہمیشہ ظلم کی چکی میں پستے رہیں۔ تو تمہارا کیا خیال ہے کہ اللہ تمہیں پیدا کر کے تم سے اتنا بے تعلق ہو گیا ہے کہ تم یہ اندھیر نگری مچائے رکھو اور وہ تم سے کبھی باز پرس نہ کرے ؟ عقل بھی اسے تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہے اور اخلاق بھی اسے قبول کرنے سے ایا کرتے ہیں۔ فطرت کا تقاضا بھی یہ ہے کہ اس دنیا کو بازیچہ اطفال نہ سمجھا جائے بلکہ اس بات کا یقین پیدا کیا جائے کہ ایک نہ ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب اللہ کی نعمتوں سے متمتع ہونے والوں سے حساب لیا جائے گا۔ زیادتی کرنے والوں کو زیادتی کی سزا دی جائے گی اور نیکی کرنے والے اجر و ثواب سے نوازے جائیں گے۔ یہی وہ سبق ہے جو ان تمام نعمتوں کے ذکر کرنے سے دل و دماغ میں پیدا کرنا مقصود ہے۔

خود آزمائی

1۔ سورۃ المؤمنون کی آیات ا تا ۱۱ کا ترجمہ تحریر کیجیے اور کامیاب مومنین کی صفات کی فہرست بنائیے۔

2۔ سورۃ المؤمنون کی آیات ۱۲ تا ۱۵ کا ترجمہ لکھیے اور ان میں مذکور انسانی مراحل کی فہرست مرتب کیجیے۔

3۔ سورۃ المؤمنون کی آیات ۱۲ تا ۱۵ کی روشنی میں انسانی زندگی کے مختلف مراحل مفسرین کی آراء کی روشنی میں لکھیے۔

4۔ سورۃ المؤمنون کی آیات ۱۶ تا ۲۲ کا ترجمہ لکھیے۔

5۔ سورۃ المؤمنون کی آیات ۱۶ تا ۲۲ میں جو انعامات ربانی بیان ہوئے ان کی فہرست مرتب کر کے ان کی اہمیت و معنویت تحریر کیجیے۔

6۔ سورۃ المؤمنون کی مذکورہ آیات میں انسانی زندگی کی ضامن اللہ تعالیٰ کے انعامات کی فہرست اور ان کی اہمیت بیان کیجیے۔

یونٹ نمبر5

سورۃالنور

آیات1۔34:ترجمہ وتفسیر

تالیف وترتیب:ڈاکٹر محمد طیب خان
نظر ثانی:ڈاکٹر حافظ محمد ارشد اقبال

فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
یونٹ کا تعارف	61
یونٹ کے مقاصد	61
یونٹ نمبر 5: سورۃ النور: آیات 1۔34: ترجمہ و تفسیر	62-80
خود آزمائی	80

یونٹ کا تعارف

عزیز طلبہ وطالبات ! اس یونٹ میں سورۃ النور کی آیات ۱تا ۳۴ کے ترجمہ و تفسیر کو بیان کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں آیات کا بامحاورہ ترجمہ اور مذکورہ آیات کے مضامین کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کی مختصر تفسیر ذکر کی گئی ہے۔

یونٹ کے مقاصد

عزیز طلبہ وطالبات ! اس یونٹ کے درسی مواد کے مطالعہ کے بعد آپ میں ان شاء اللہ یہ اہلیت پیدا ہو جائے گی کہ آپ

1۔ سورۃ النور کی آیات ۱تا ۳۴ کو تجوید کے اصول کے مطابق پڑھ سکیں گے اور ان آیات میں محل اور کیفیتِ وقف کی معرفت حاصل کر کے ان آیات کی تلاوت کر سکیں گے۔

2۔ سورۃ النور کی اہمیت وفضیلت جان سکیں گے۔

3۔ سورۃ النور میں مذکور اہم مضامین سے آگاہ ہو سکیں گے۔

4۔ سورۃ النور کے مرکزی محور سے واقف ہو سکیں گے۔

5۔ سورۃ النور کی روشنی میں زنا، لعان، قذف کے احکام سے آگاہی حاصل کر کے موجودہ دور میں ان کی اہمیت و معنویت کے بارے میں گفتگو کر سکیں گے۔

6۔ سورۃ النور کی روشنی میں نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کی شان عام طور پر خاص طور پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان کے بارے میں جان سکیں گے۔

7۔ سورۃ النور کی روشنی میں معاشرتی آداب اور تعامل کے لیے رہنمائی حاصل کر سکیں گے۔

8۔ مذکورہ سورت کے تناظر میں پردہ کے احکام کی معرفت حاصل کر سکیں گے۔

5۔سورۃالنور

(آیات 1۔34:ترجمہ وتفسیر)

سورۃالنور کے مضامین بقول مولانا ادریس کاندھلویؒ صولِ عفت اور عصمت کے گرد گھومتے ہیں انسانی معاشرے کے استحکام اور پائیداری کے لیے ان اصول کی اہمیت اور معنویت مسلم ہے ۔موجودہ دور میں معاشرے کو لاحق معاشرتی چیلنجز کو سامنے رکھتے ہوئے ان اصول کی اہمیت اور معنویت مزید دوچند ہو جاتی ہے۔ اس لیے مکمل سورۃالنور کو فہم قرآن کے نصاب کا حصہ بنایا گیا ہے۔

﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾

﴿سُوۡرَۃٌ اَنۡزَلۡنٰہَا وَ فَرَضۡنٰہَا وَ اَنۡزَلۡنَا فِیۡہَاۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لَّعَلَّکُمۡ تَذَکَّرُوۡنَ(1)﴾

ترجمہ

یہ ایک سورت ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے اور اسے ہم نے فرض کیا ہے اور اس میں ہم نے صاف صاف ہدایات نازل کی ہیں شاید کے تم سبق حاصل کرو۔

تفسیر

مضامین کے اعتبار سے سورۃالنور کو تیرہ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ سورۃالنور کی پہلی آیت تمہید کے طور پر ہے جس میں اس حقیقت کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ یہ سورت ہم نے یعنی اللہ تعالیٰ نے نازل کی اور اس میں واضح آیات کو انسانوں کی ہدایت اور سبق کے لیے اللہ تعالیٰ نے نہ صرف نازل کیا ہے بلکہ انہیں لازم قرار دیا ہے۔ تمہید کا یہ اسلوب اس سورت میں مذکور احکام کی اہمیت اور معنویت پر دلالت کرتا ہے۔

زنا اور اس کی سزا

﴿اَلزَّانِيَةُ وَ الزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ وَّ لَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۚ وَ لْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ(2) اَلزَّانِيْ لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّ الزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَاۤ اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَ حُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ(3)﴾

ترجمہ

بدکار عورت اور بدکار مرد تم دونوں میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو، اور اُن پر نہ کھاؤ ترس اللہ کا حکم (نافذ کرنے) میں، اگر تم اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو، اور چاہیے کہ ان کی سزا (کے وقت) موجود ہو مسلمانوں کی ایک جماعت۔ بدکار مرد بدکار عورت یا مشرکہ کے سوا نکاح نہیں کرتا، اور بدکار عورت بھی بدکار یا شرک کرنے والے مرد کے سوا (کسی سے) نکاح نہیں کرتی اور یہ (ایسا نکاح) مومنوں پر حرام کیا گیا ہے۔

تفسیر

سورت کی تمہید کے بعد جو سب سے پہلا حکم زنا کی حرمت اور اس کی سزا کا ذکر کیا گیا ہے۔ زنا کا مفہوم یہ ہے کہ مرد اور عورت بغیر نکاح کے باہم مباشرت کا ارتکاب کریں۔ زنا کا عمل صرف مذہبی اعتبار سے بُرا نہیں بلکہ اسے اخلاقی اور معاشرتی اعتبار سے قدیم زمانے سے آج تک تمام انسانی معاشرے معیوب اور قابلِ اعتراض خیال کرتے رہے ہیں۔ اس فعل کے مذہبی، اخلاقی اور معاشرتی اعتبار سے عالمگیر اتفاق کی وجہ یہ ہے کہ انسان کی فطرت فعلِ زنا کے ناجائز ہونے کا تقاضا کرتی ہے۔ نوعِ انسانی کی بقاء تبھی ممکن ہے کہ مرد و عورت عارضی تعلقات کے بعد آزاد نہ ہوں بلکہ ان کے درمیان تعلق معاشرے میں معلوم بھی ہو مستقل بھی ہو اور انسانی تمدن یعنی مل جل کر رہنا رشتے ناطے استوار رکھنا، گھر اور خاندان وجود میں لانا اور اجتماعی زندگی کو قائم کرنا تبھی ممکن ہے جب کہ ایک مضبوط، مستقل اور پائیدار تعلق قائم ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق ہو۔ ورنہ نہ انسانی بقا ہے اور

نہ انسانی تمدن۔ انہی وجوہات کی بناپر زنا کو ہر زمانے میں ایک عیب، بداخلاقی اور مذہبی اعتبار سے بڑے گناہ میں شمار کیا جاتا رہا ہے۔ اس فعل کے بُرا ہونے میں عالمگیر اور ہمہ گیر اتفاق تو رہا ہے لیکن اس کے سدِ باب کی کوششیں مختلف انداز سے ہوئی ہیں[19]۔ سورۃ النور کی مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے اس برے فعل کے آخری حل کے طور پر اس کی سزا کا ذکر کیا ہے۔ زنا کی سزا میں زانی مرد اور عورت میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگائے جائیں۔ اس سزا کے سلسلے میں کوئی نرمی نہ برتی جائے اور سزا سرِ عام مسلمانوں کے ایک گروہ کے سامنے دی جائے۔ یہ سزا شادی شدہ مرد یا عورت کے لیے ہے غیر شادی شدہ مرد اور عورت کی سزا رجم یعنی سنگساری ہے جو صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ اس سزا کے نفاذ کا اختیار صرف اور صرف حکومت کو ہے۔ کوئی فرد اس سزا کے نفاذ کا مجاز نہیں۔ تمام فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ ﴿فَاجْلِدُوْا﴾ (تو تم ان کو کوڑے لگاؤ) کے مخاطب عوام نہیں ہیں بلکہ اسلامی حکومت کے حکام اور قاضی ہیں (دیکھیے : معارف القرآن از مفتی محمد شفیعؒ، معارف القرآن مولانا ادریس کاندھلوی، تفہیم القرآن از مولانا مودودی)

آیت نمبر ۳ کا مفہوم مفسرین نے یہ بیان کیا ہے کہ عادی زانی کا نکاح زانیہ عورت یا مشرکہ عورت سے ہی موزوں ہے کسی مومنہ صالحہ کے لیے وہ موزوں نہیں ہے۔ یہ حکم صرف ان ہی مردوں اور عورتوں پر ہوتا ہے جو زنا کی بُری روش پر قائم ہوں جو لوگ توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیں ان پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ توبہ و اصلاح کے بعد زانی ہونے کی صفت ان کے ساتھ باقی نہیں رہتی۔ (دیکھیے : تفہیم القرآن از مولانا مودودیؒ) مشرکہ اور زانیہ دونوں سے نکاح معصیت ہے مشرکہ سے نکاح کا جواز کسی طرح نہیں۔

﴿وَ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّ لَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (4) اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَ اَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

[19]۔ زنا کے قابل سزا جرم ہونے اور سزا کی نوعیت کے بارے میں دیگر مذاہب اور نظاموں کے قوانین اور احکام کی تفصیلات کے لیے دیکھیے : مولانا ابو اعلیٰ مودودیؒ، تفہیم القرآن، تفسیر سورۃ النور آیت نمبر ۲۔

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (5)﴾

اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ لا سکیں، ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور وہ خود ہی فاسق ہیں۔ ہاں جو ان کے بعد توبہ کر لیں اور (اپنی حالت) سنوار لیں تو خدا (بھی) ب تفسیر

حدِ قذف اور اس کے لیے شہادت کا اصول

سابقہ آیات میں زنا جیسے قبیح فعل کی سزا کا ذکر ہوا۔ اس آیت میں ان لوگوں کی سزا کا ذکر ہے جو بغیر کسی گواہی کے دوسروں پر زنا کا الزام لگا کر معاشرے ان کی پاک دامنی کو متاثر کرتے ہیں۔ اس عمل کو اسلامی قانون کی زبان میں قذف کہا جاتا ہے۔ تہمت لگانے والے کو قاذف اور جس پر تہمت لگائی جائے اسے مقذوف کہا جاتا ہے۔ بظاہر آیت سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ الزام صرف مرد لگائے اور پاک دامن عورت پر لگائے تبھی مذکور سزا نافذ ہو گی۔ لیکن مفسرین اور فقہاء کے اتفاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ الزام لگانے والا چاہے مرد ہو یا عورت اور جس پر الزام لگایا جائے چاہے وہ پاک دامن عورت ہو یا مرد اور اس کے پاس اس تہمت کو ثابت کرنے کے لیے چار گواہ نہ ہوں تو اس کے لیے سزا اسی کوڑے ہیں۔

آیت میں مذکور محصنات کا معنی پاک دامن عورتیں ہے۔ لفظ محصن کے مفہوم کی تفصیل یہ ہے کہ اس لفظ کی اصل احصان ہے جس کا مطلب قلعہ بندی ہے یہاں مراد ''اخلاقی قلعہ بندی'' ہے۔ کسی شخص کے محصن ہونے کے لیے تین حصار یا تین امور ضروری ہیں تبھی وہ محصن کہلائے گا۔ ایک یہ کہ وہ مسلمان ہو دوسرا آزاد ہو غلام نہ ہو تیسرا یہ کہ اس کا نکاح ہو چکا ہو۔ جس سے مفسرین نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر مقذوف پاک دامن نہ ہو یعنی اس طرح کے فعل شنیع میں وہ پڑا ہو تو اس پر الزام لگانے سے یہ حد نافذ نہیں کی جائے گی۔ ہاں اس کے لیے عدالت قانون کے مطابق کوئی بھی سزا دے سکتی ہے۔

حد نافذ کیے جانے کے لیے قاذف کا عاقل، بالغ اور بلا جبر اپنی مرضی اور ارادے سے الزام کا پایا جانا ضروری ہے

احناف کے ہاں گونگے کا اشارے کے ذریعے زنا کی تہمت حد کو لازم نہیں کرتی جب کہ امام شافعیؒ گونگے کے صریح اشارے کو حد کے نفاذ کے لیے کافی سمجھتے ہیں۔(دیکھیے: تفہیم القرآن از مولانا مودودیؒ)اسی طرح قاذف پر حد قذف نافذ کیے جانے کے لیے مقذوف کا عاقل، بالغ، مسلمان، آزاد اور پاک دامن ہونا ضروری ہے مگر ان صورتوں میں حد ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ مجنون، بچے، کافر، غلام، یا پاک دامن نہ ہونے والے پر بلا ثبوت الزامِ زنا لگا دینے والا مستحق تعزیر بھی نہیں ہے۔

اسی طرح الزام لگانے کا عمل بالکل صراحتاً ہونا چاہیے کنایہ اور غیر صریح الفاظ سے الزام لگانے والے پر حد قذف جاری نہیں ہو گی۔

قاذف اگر الزام کو ثابت کرنے کے لیے چار گواہ پیش نہ کر سکے تو اس کے لیے تین احکام ہیں ایک تو اسے اسی(۸۰) کوڑے لگائے جائیں دوسرا اس کی گواہی کبھی قبول نہ کی جائے اور تیسرا یہ کہ وہ گناہ گار ہے۔ہاں اگر اس کے بعد توبہ کر لے اور اپنی اصلاح کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت ہے۔توبہ سے حد ساقط نہیں ہو گی اور اسی طرح توبہ سے مجرم گناہ گار نہیں رہے گا لیکن اس کی گواہی اس کے بعد قبول ہو گی یا نہیں اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔بعض کے ہاں اس کی گواہی قبول ہو گی بعض کے ہاں قبول نہیں ہو گی۔تاہم امام قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ جمہور اور عام فقہا کا قول یہ ہے کہ شہادت کا رد ہونا فسق کی وجہ سے تھا جب تہمت لگانے والے نے توبہ کر لی اور وہ گناہ گار نہ رہا تو اس کی شہادت قبول ہو گی۔(دیکھیے: امام قرطبیؒ، الجامع لأحکام القرآن، تفسیر آیت ۴۔۵ سورۃ النور)واللہ اعلم۔

عبدالماجد دریاآبادی لکھتے ہیں:

جنہیں ایک عفیف یا عفیفہ کلمہ گو کی جانب ایسے بدترین جرم کو منسوب کرتے باک نہیں ہوتا)جب زناکاری خود ایک شدید گناہ ٹھہرا تو اس کی تہمت بھی کسی کلمہ گو کے حق میں اس کی شدید توہین کے مرادف ہوئی اور سزا بھی

اس کے لیے ایسی ہی سخت لازم آئی آج دنیا کے کسی دوسرے قانون میں معاشرہ کی پاکیزگی وصفائی کا اس درجہ اہتمام ولحاظ ہے ؟خود مسلمان آج ان احکام پر عمل کرنے لگیں تو باہمی رنجشوں، کدورتوں کا کیسا سدباب ہو کر رہے[20]۔

﴿وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَ لَمْ یَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَآءُ اِلَّاۤ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِۙ-اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ(6)وَ الْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِیْنَ(7)وَ یَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِۙ-اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِیْنَ(8)وَ الْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَیْهَاۤ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ(9)وَ لَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَ رَحْمَتُهٗ وَ اَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِیْمٌ(10)﴾

ترجمہ

جو لوگ اپنی بیویوں کو تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنے سوا اور کوئی گواہ نہ ہو تو ان کی شہادت یہ ہے کہ وہ (مرد) چار بار اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ میں سچا ہوں اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اگر میں جھوٹا ہوں، اور عورت سے سزا اس طرح ٹل سکتی ہے کہ وہ اللہ کی قسم چار بار کھا کر کہے کہ بے شک مرد جھوٹا ہے اور پانچویں بار یہ کہے کہ مجھ پر اللہ کا غضب ہو اگر مرد سچا ہے۔ اور اگر اللہ کا فضل اور رحمت تم پر نہ ہوتی اور یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ بڑا تو نہ قبول کرنے والا ہے بڑا حکمت والا ہے۔

تفسیر

لعان اور اس کا طریقہ کار

حدِ قذف کے قانون میں خاوند اور بیوی کے لیے سہولت پیدا کی گئی اور قانونِ لعان جاری کیا گیا اور وہ یہ ہے کہ اگر خاوند کو معلوم ہو جائے کہ اس کی بیوی نے زنا کا ارتکاب کیا ہے اور اس پر اس کے پاس خود کے علاوہ کوئی گواہ نہ ہو

20۔ عبدالماجد دریاآبادی، تفسیر ماجدی، تفسیر سورۃ النور، آیت ۵۔

تو ایسے خاوند اور بیوی کے درمیان لعان ہو گا۔ لعان کا طریقہ کار یہ ہے کہ خاوند پہلے چار بار قسم اٹھا کر کہے گا کہ وہ اپنے الزام اور دعوے میں سچا ہے اور پانچویں بار کہے گا کہ مجھ پر اللہ کی لعنت ہو اگر میں جھوٹا ہوں۔ اگر خاوند نے ایسا کر لیا تو وہ مہر ادا کرے گا اور عورت پر طلاقِ بائن واقع ہو جائے گی۔ اور عورت پر حدِ زنا یعنی رجم جاری ہو گی الا یہ کہ اگر عورت اپنے اوپر سے اس سزا کو معاف کرانا چاہتی ہے تو خاوند کی گواہیوں کے مقابلے میں چار مرتبہ قسم اٹھا کر کہے کہ الزام لگانے والا جھوٹوں میں سے ہے اور پانچویں مرتبہ یہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب ہو اگر الزام لگانے والا خاوند سچوں میں سے ہو۔ عورت کی ان گواہیوں کے بعد اس پر سے حد ساقط ہو جائے گی اور لعان کے ساتھ وہ اپنے خاوند سے جدا ہو جائے گی اور اس کی اگر اولاد ہو تو اس کا نسب والد کے ساتھ لاحق نہ ہو گا بلکہ اس کی نسبت ماں کی طرف ہو گی اور احادیث کے مطابق اس قسم کی اولاد پر ولد الزنا کا الزام موجبِ حدِ قذف ہو گا۔

قذف کا واقعہ

سید قطب ''فی ظلال القرآن'' میں واقعۂ اَفک سے متعلق آیات کے ماقبل آیات کے ساتھ تعلق کے بارے میں لکھتے ہیں: ''اب سیاق کلام حد قذف کے قانون کے درمیان سے آگے بڑھتا ہے اور جرم قذف کے گھناؤنے پن کی ایک اور جھلک دکھائی جاتی ہے۔ اس کا تعلق حضور اکرم ﷺ کے گھرانے سے ہے۔ خود حضور اکرم ﷺ کی عزت اس میں داؤ پر لگی ہوئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ اللہ کے مکرم ترین بندے ہیں۔ پھر اس واقعہ میں حضرت صدیقؓ کی عزت بھی داؤ پر لگی ہوئی ہے جو نبی ﷺ کے ساتھیوں میں سے مکرم ترین انسان ہیں۔ پھر نبی ﷺ کے ایک دوسرے ساتھی صفوان ابن المعطلؓ کی عزت کا بھی مسئلہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ خود شہادت دیتے ہیں کہ صفوان کے بارے میں آپ ﷺ بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ یہ واقعہ ایسا ہے جس میں مدینہ کے اہل اسلام ایک ماہ تک بے حد پریشانی میں مبتلا رہے''[21]۔

إِنَّ الَّذِينَ جَاءُو بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم

[21]۔ سید قطب، فی ظلال القرآن، تفسیر سورۃ النور آیتِ لعان۔

مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (11) لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ (12) لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ (13) وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (14) اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ (15) وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (16) يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (17) وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۚ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ (18)

ترجمہ

یقین جانو کہ جو لوگ یہ جھوٹی تہمت گھڑ کر لائے ہیں وہ تمہارے اندر ہی کا ایک ٹولہ ہے تم اس بات کو اپنے لیے برا نہ سمجھو، بلکہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ ان لوگوں میں سے ہر ایک کے حصے میں اپنے کیے کا گناہ آیا ہے۔ اور ان میں سے جس شخص نے اس (بہتان) کا بڑا حصہ اپنے سر لیا ہے اس کے تو زبردست عذاب ہے۔ جب تم لوگوں نے یہ بات سنی تو ایسا کیوں نہ ہوا کہ مومن مرد بھی اور مومن عورتیں بھی اپنے بارے میں نیک گمان رکھتے اور کہہ دیتے کہ کھلم کھلا جھوٹ ہے؟ وہ (بہتان گھڑنے والے) اس بات پر چار گواہ کیوں نہیں لے آئے؟ تو جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک وہی جھوٹے ہیں۔ اور اگر تم پر دنیا اور آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو جن باتوں میں تم پڑ گئے تھے ان کی وجہ سے تم پر اس وقت سخت عذاب آجاتا۔ جب تم اپنی زبانوں سے اس بات کو ایک دوسرے سے نقل کر رہے تھے اور اپنے منہ سے وہ بات کہہ رہے تھے جس کا تمہیں کوئی علم نہیں تھا، اور تم اس بات کو معمولی سمجھ رہے تھے، حالانکہ اللہ کے نزدیک وہ بڑی سنگین بات تھی۔ اور جب تم نے یہ بات سنی تھی، اسی وقت تم نے یہ کیوں نہیں کہا کہ: ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم یہ بات منہ سے نکالیں، اے

اللہ !آپ کی ذات ہر عیب سے پاک ہے، یہ تو سنگین بہتان ہے۔ اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ پھر کبھی ایسا نہ کرنا اگر واقعی تم مومن ہو۔ اور اللہ تمہارے سامنے ہدایت کی باتیں صاف صاف بیان کر رہا ہے۔ اور اللہ سب کچھ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

تفسیر

واقعۂ اُفک اور اس کے متعلقات

یہ آیات ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر منافقین کی طرف سے لگائے جانے والے بے بنیاد الزام کے رد میں نازل کی گئیں جن میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برائ ت اور پاک دامنی کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ واقعہ ۶ ہجری کا ہے۔ نبی کریم ﷺ غزوۂ بنی مصطلق سے واپس مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ساتھ تھیں ان کی سواری کا اونٹ علیحدہ تھا۔ جس پر محمل تھا۔ سفر میں ایک منزل پر آپ رضی اللہ عنہا کو حاجت کے لیے قافلے سے دور جانا پڑا۔ جب آپؓ واپس آئیں تو قافلہ جا چکا تھا۔ اب آپؓ پریشان ہوئیں لیکن اس امید سے کہ قافلے والے مجھے اپنے ساتھ نہ پا کر واپس لینے آئیں گے، آپ چادر لپیٹ کر وہیں بیٹھیں اور سو گئیں۔ قافلے کی پیچھے امور کی نگرانی پر مامور حضرت صفوان رضی اللہ عنہ جب اس مقام پر پہنچے تو دیکھا کوئی سو رہا ہے قریب پہنچ کر پہچانا تو بے اختیار اناللہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔ اس سے حضرت عائشہؓ کی آنکھ کھل گئی اور اپنا منہ ڈھانپ لیا۔ حضرت صفوان نے اپنا اونٹ قریب لا کر بٹھا دیا تو حضرت عائشہؓ سوار ہو گئیں۔ اس طرح حضرت صفوانؓ نے انہیں قافلے کے ساتھ ملا دیا۔ بس اسی واقعہ سے مدینہ کے منافقین خاص طور پر رئیسِ منافقین عبد اللہ بن ابی نے حضرت عائشہؓ کے خلاف پراپیگنڈہ شروع کیا اور ان پر تہمت لگا دی۔ جس سے مسلمانوں میں اور خاص کر نبی کریم ﷺ کو بے حد پریشانی ہوئی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کر کے نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو حقیقت حال بتا دیا اور مخالفین کے پروپیگنڈے کا منہ توڑ جواب دیا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت کے اس واقعے کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بیان کے مطابق سخت اذیت میں مبتلا رہے میں روتی رہی جب کہ میرے والدین انتہائی پریشانی اور رنج والم میں مبتلا رہے۔ بالآخر ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میرے پاس بیٹھے۔ اس واقعہ کے پیش آنے سے اب تک آپ ﷺ میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ میرے والدین نے محسوس کیا کہ آج کوئی فیصلہ کن معاملہ ہونے والا ہے۔ چنانچہ وہ دونوں بھی پاس آکر بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا عائشہ، مجھے تمہارے بارے میں یہ خبریں پہنچی ہیں۔ اگر تم بے گناہ ہو تو مجھے اُمید ہے کہ اللہ تمہارے حق میں برأت نازل فرمائے گا۔ اور اگر تم واقعی کسی گناہ میں مبتلا ہوئی ہو تو اللہ سے توبہ کرو اور معافی مانگو، بندہ جب اپنے گناہ کا اعتراف کر کے توبہ کرتا ہے تو اللہ اسے معاف کر دیتا ہے۔ یہ بات سن کر میرے آنسو خشک ہو گئے۔ میں نے اپنے والد سے عرض کیا آپ رسول اللہ ﷺ کی بات کا جواب دیں۔ انہوں نے فرمایا بیٹی، میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ کیا کہوں؟ میں نے اپنی والدہ سے کہا آپ ہی کچھ کہہ دیں۔ انہوں نے بھی کہا کہ میں حیران ہوں، کیا کہوں؟ اس پر میں بولی آپ لوگوں کے کانوں میں ایک بات پڑ گئی ہے اور وہ تمہارے دلوں میں بیٹھ چکی ہے، اب اگر میں کہوں کہ میں بے گناہ ہوں۔۔۔ اور اللہ گواہ ہے کہ میں بے گناہ ہوں۔۔۔ تو آپ لوگ نہیں مانیں گے، اور اگر بلا دلیل ایک ایسی بات کا اعتراف کروں جو میں نے نہیں کی۔۔۔ اور اللہ جانتا ہے کہ میں نے نہیں کی۔۔۔ تو آپ لوگ مان لیں گے؟ میں نے اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام کا نام یاد کرنے کی کوشش کی مگر نہ یاد آیا۔ آخر میں نے کہا اس حالت میں میرے لیے اس کے سوا اور کیا چارہ ہے کہ وہی بات کہوں جو حضرت یوسفؑ کے والد نے کہی تھی فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ (اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف جبکہ حضرت یعقوبؑ کے سامنے ان کے بیٹے بن یمین پر چوری کا الزام بیان کیا گیا تھا)۔ یہ کہہ کر میں لیٹ گئی اور دوسری طرف کروٹ لے لی۔ میں اس وقت اپنے دل میں کہہ رہی تھی کہ اللہ میری بے گناہی سے واقف ہے اور وہ ضرور حقیقت کھول دے گا۔ اگرچہ یہ بات تو میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ میرے حق میں وحی نازل ہو گی جو قیامت تک پڑھی جائے گی۔ میں اپنی ہستی کو اس سے کم تر سمجھتی تھی کہ اللہ خود میری طرف سے

بولے۔ مگر میرا یہ گمان تھا کہ رسول اللہ ﷺ کوئی خواب دیکھیں گے جس میں اللہ تعالیٰ میری برأت ظاہر فرما دے گا۔ اتنے میں یکایک حضور ﷺ پر وہ کیفیت طاری ہوگئی جو وحی نازل ہوتے وقت ہوا کرتی تھی، حتیٰ کہ سخت جاڑے کے زمانے میں بھی موتی کی طرح آپ کے چہرے سے پسینے کے قطرے ٹپکنے لگتے تھے۔ ہم سب خاموش ہوگئے۔ میں تو بالکل بے خوف تھی۔ مگر میرے والدین کا حال یہ تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔ وہ ڈر رہے تھے کہ دیکھیے اللہ کیا حقیقت کھولتا ہے۔ جب وہ کیفیت دور ہوئی تو حضور ﷺ بے حد خوش تھے۔ آپ نے ہنستے ہوئے پہلی بات جو فرمائی وہ یہ تھی کہ مبارک ہو عائشہ، اللہ نے تمہاری برأت نازل فرمادی۔ اور اس کے بعد حضور ﷺ نے دس آیتیں سنائیں (یعنی آیت نمبر 11 سے نمبر 21 تک)۔ میری والدہ نے کہا کہ اٹھو اور رسول اللہ کا شکریہ ادا کرو۔ میں نے کہا میں نہ ان کا شکریہ ادا کروں گی نہ آپ دونوں کا، بلکہ اللہ کا شکر کرتی ہوں جس نے میری برأت نازل فرمائی۔ آپ لوگوں نے تو اس بہتان کا انکار تک نہ کیا"۔

﴿ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِیۡعَ الۡفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ۙ فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ؕ وَ اللّٰہُ یَعۡلَمُ وَ اَنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ (19) وَ لَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَ رَحۡمَتُہٗ وَ اَنَّ اللّٰہَ رَءُوۡفٌ رَّحِیۡمٌ (20) ۝

یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ ۚ وَ مَنۡ یَّتَّبِعۡ خُطُوٰتِ الشَّیۡطٰنِ فَاِنَّہٗ یَاۡمُرُ بِالۡفَحۡشَآءِ وَ الۡمُنۡکَرِ ؕ وَ لَوۡ لَا فَضۡلُ اللّٰہِ عَلَیۡکُمۡ وَ رَحۡمَتُہٗ مَا زَکٰی مِنۡکُمۡ مِّنۡ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّ لٰکِنَّ اللّٰہَ یُزَکِّیۡ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ (21) ﴾

(بے شک جو لوگ ایمان والوں میں بے حیائی پھیلانا چاہتے ہیں، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تمہارے شاملِ حال نہ ہوتی (تو اس کے بُرے نتائج سامنے آتے) اور اللہ تعالیٰ یقیناً بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ اے ایمان والو! تم شیطان کے

پیچھے نہ چلو،اور اگر کوئی شخص شیطان کے پیچھے چلے، تو شیطان تو ہمیشہ بے حیائی اور بدی کی تلقین کرے گا۔اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی بھی کبھی پاک صاف نہ ہوتا، لیکن اللہ جس کو چاہتا ہے پاک صاف کر دیتا ہے۔اور اللہ ہر بات سنتا، ہر چیز جانتا ہے)۔

﴿وَ لَا یَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَ السَّعَةِ اَنْ یُّؤْتُوْۤا اُولِی الْقُرْبٰى وَ الْمَسٰكِیْنَ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ لْیَعْفُوْا وَ لْیَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (22)﴾

ترجمہ

اور جو لوگ تم میں سے اہلِ خیر ہیں اور مالی وسعت رکھتے ہیں، وہ ایسی قسم نہ کھائیں کہ وہ رشتہ داروں، مسکینوں اور اللہ کے راستے میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ نہیں دیں گے، اور انہیں چاہیے کہ معافی اور در گزر سے کام لیں۔ کیا تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ اللہ تمہیں بخش دے اور اللہ بہت بخشنے والا، مہربان ہے۔

تفسیر

واقعۂ اَفک میں ملوث لوگوں میں ایک نام مسطح کا بھی تھا جس کی دیکھ بھال، پرورش اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا پروردہ تھا آیت کے مضمون سے جو درسِ اخلاق ملتا ہے اسے مولانا حنیف ندویؒ کی زبانی ملاحظہ کیجیے:

کتنا بڑا اخلاق اور کتنی بڑی روحانی تعلیم ہے، قاعدہ ہے کہ انسان اپنے دشمن کو تو معاف کر سکتا مگر ناممکن ہے کہ ناموس کے دشمن اور عزت کے دشمن سے تعاون کیا جائے، مگر قرآں کی یہ آیت جب نازل ہوئی تو ایک طرف رسول ﷺ نے مسطح کو معاف کر دیا، اور دوسری جانب ابو بکرؓ نے کہا، میں اس کی اعانت نہ کر کے خدا کی مغفرت سے محروم نہیں رہنا چاہتا کیا اتنی بلند تعلیم اور اتنا زبردست عمل آپ کو اسلام اور مسلمانوں کے سوا کہیں اور مل سکتا ہے[22]۔

[22]۔مولانا محمد حنیف ندویؒ، سراج البیان، تفسیر سورۃ النور، آیت: ۲۲۔

﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ یَرۡمُوۡنَ الۡمُحۡصَنٰتِ الۡغٰفِلٰتِ الۡمُؤۡمِنٰتِ لُعِنُوۡا فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ۪ۖ وَ لَہُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ(23) یَّوۡمَ تَشۡہَدُ عَلَیۡہِمۡ اَلۡسِنَتُہُمۡ وَ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ اَرۡجُلُہُمۡ بِمَا کَانُوۡا یَعۡمَلُوۡنَ(24) یَوۡمَئِذٍ یُّوَفِّیۡہِمُ اللّٰہُ دِیۡنَہُمُ الۡحَقَّ وَ یَعۡلَمُوۡنَ اَنَّ اللّٰہَ ہُوَ الۡحَقُّ الۡمُبِیۡنُ(25) اَلۡخَبِیۡثٰتُ لِلۡخَبِیۡثِیۡنَ وَ الۡخَبِیۡثُوۡنَ لِلۡخَبِیۡثٰتِ ۚ وَ الطَّیِّبٰتُ لِلطَّیِّبِیۡنَ وَ الطَّیِّبُوۡنَ لِلطَّیِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِکَ مُبَرَّءُوۡنَ مِمَّا یَقُوۡلُوۡنَ ؕ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ رِزۡقٌ کَرِیۡمٌ(26)﴾

ترجمہ

یاد رکھو کہ جو لوگ پاک دامن بھولی بھالی مسلمان عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں پھٹکار پڑ چکی ہے، اور ان کو اس دن زبردست عذاب ہو گا۔ جس دن خود ان کی زبانیں ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں ان کے خلاف اس کرتوت کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے رہے ہیں۔ اس دن اللہ ان کو وہ بدلہ پورا پورا دیدے گا جس کے وہ مستحق ہیں اور ان کو پتہ چل جائے گا کہ اللہ ہی حق ہے، اور وہی ساری بات کھول دینے والا ہے۔ گندی عورتیں گندے مردوں کے لائق ہیں، اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق۔ اور پاکباز عورتیں پاکباز مردوں کے لائق ہیں، اور پاکباز مرد پاکباز عورتوں کے لائق۔ یہ (پاکباز مرد اور عورتیں) ان باتوں سے بالکل مبرا ہیں جو یہ لوگ بنا رہے ہیں۔ ان (پاکبازوں) کے حصے میں تو مغفرت ہے اور باعزت رزق۔

تفسیر

بہتان تراشی کے انجام کا قرآنی ضابطہ

بہتان تراشی کے انجام کا قرآنی ضابطہ مذکورہ آیات میں بیان کیا گیا کہ جو لوگ ایمان والی اور "غافلات "یعنی سیدھی سادھی شریف عورتیں جن کے دل پاک ہیں، پر بد چلنی اور زنا کی تہمت لگاتے ہیں انہیں دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محرومی کے ساتھ بڑے عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ صحیح اور متفق روایت کے

مطابق پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا" سات موبقات "(ہلاک کرنے والے) امور میں سے ایک ہیں[23]۔اور طبرانی میں حضرت حذیفہ رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق ایک پاک دامن عورت پر تہمت لگانا سو برس کے اعمال کو غارت کر دینے کے لیے کافی ہے[24]"۔ پھر بتایا کہ بدکار بدکاروں کے لیے اور پاک دامن پاک دامن کے لیے ہیں یعنی نبی ﷺ کے گھرانے کی جانب یہ بہتان تراشی کسی طرح ممکن نہیں کیوں کہ خبیث خبیثوں کے لیے ہوتے ہیں اور اچھے اچھوں کے لیے یہ ممکن نہیں کہ نبی ﷺ جو اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں ان کی ازواج مطہرات میں سے کسی کی طرف ایسے قبیح فعل کا شائبہ تک منسوب کیا جائے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ(27) فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَ اِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ(28) لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ(29) قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ(30) وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ

---

[23]۔بخاری، امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الوصایا، باب في قول الله تعالى: ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَأْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا﴾(سورة النساء، 4: 10)، حدیث:۲۷۶۶۔ قشیری، امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان الکبائرو أکبرها، حدیث:۸۹۔

[24]۔ طبرانی، ابوالقاسم سلیمان بن احمد، المعجم الکبیر (قاہرہ: مکتبہ ابن تیمیہ) ۳/۱۸۷، حدیث:۳۰۲۳۔

الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَ لَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَ تُوْبُوْا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (31)﴾

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو، اور ان میں بسنے والوں کو سلام نہ کرلو۔ یہی طریقہ تمہارے لیے بہتر ہے، امید ہے کہ تم خیال رکھو گے۔ اور اگر تم ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تب بھی ان میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک تمہیں اجازت نہ دے دی جائے۔ اور اگر تم سے کہا جائے کہ : واپس چلے جاؤ۔ تو واپس چلے جاؤ۔ یہی تمہارے لیے پاکیزہ ترین طریقہ ہے، اور تم جو عمل بھی کرتے ہو اللہ کو اس کا پورا پورا علم ہے۔ تمہارے لیے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ تم ایسے گھروں میں (اجازت لیے بغیر) داخل ہو جن میں کوئی رہتا نہ ہو، اور ان سے تمہیں فائدہ اٹھانے کا حق ہو۔ اور تم جو کام علانیہ کرتے ہو، اور جو چھپ کر کرتے ہو، اللہ ان سب کو جانتا ہے۔ مومن مردوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ یہی ان کے لیے پاکیزہ ترین طریقہ ہے۔ وہ جو کاروائیاں کرتے ہیں اللہ ان سب سے پوری طرح باخبر ہے۔ اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنی سجاوٹ کو کسی پر ظاہر نہ کریں، سوائے اس کے جو خود ہی ظاہر ہو جائے۔ اور اپنی اوڑھنیوں کے آنچل اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں، اور اپنی سجاوٹ اور کسی پر ظاہر نہ کریں، سوائے اپنے شوہروں کے، یا اپنے باپ، یا اپنے شوہروں کے باپ کے، یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے، یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں، یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے، یا اپنی عورتوں کے، یا ان کے جو اپنے ہاتھوں کی ملکیت میں ہیں یا ان خدمت گزاروں کے جن کے دل میں کوئی (جنسی) تقاضا نہیں ہوتا یا ان بچوں کے جو ابھی عورتوں کے چھپے ہوئے حصوں سے آشنا نہیں ہوئے اور مسلمان عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ ماریں کہ انہوں نے جو زینت چھپا رکھی ہے وہ معلوم ہو جائے۔ اور اے مومنو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ

کرو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔

تفسیر

ان آیات میں عفت اور عصمت کی حفاظت کے لیے اہم اصول بتائے گئے ہیں جو کہ حسبِ ذیل ہیں:

۱۔ بغیر اجازت کسی دوسرے کے گھر جانے کی اجازت نہیں اگر جائیں تو اجازت لیں؛ سلام کریں، پھر اگر اجازت ملے تو جائیں ورنہ واپس لوٹ جائیں۔

۲۔ ان گھروں میں بھی بلا اجازت جانے کی اجازت نہیں جن میں کوئی رہتا تو ہو لیکن جب آپ جائیں تو کوئی اس میں موجود نہ ہو۔

۳۔ ہاں ان گھروں میں جا سکتے ہیں جہاں کوئی رہتا نہ ہو لیکن وہاں آپ کے کام کی کوئی چیز موجود ہو۔

۴۔ نگاہیں چاہے مرد ہوں یا عورتیں دونوں نیچی رکھیں تاکہ جنس مخالف کی طبعی کشش سے بات صرف دیکھنے سے بڑھ کر زنا جیسی بدکاری تک نہ پہنچیں۔

۵۔ ظاہری زیب و زینت یعنی ہاتھ، چہرہ، پوشاک اور زیور کے علاوہ عورتوں کو اپنا جسم ظاہر کرنے کی اجازت نہیں۔ ہاتھ اور چہرے کو ظاہر کرنے کی اجازت اس لیے دی گئی ہے کہ ان کے چھپانے سے کاروبارِ زندگی کو چلانے میں دشواری پیش آتی ہے۔ اس لیے سوائے ہاتھ اور چہرے اور قدموں کے عورتوں کا پورا بدن ستر ہے جب کہ مرد کا ستر ناف سے گھٹنوں تک ہے۔ یاد رہے کہ عورتوں کے چہرے اور ہاتھوں کو کھلا رکھنے کی اجازت دینے سے مردوں کے لیے عورتوں کو دیکھنے کا جواز تلاش نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح عورت کو اپنے چہرہ کے حسن و جمال کو نامحرم مردوں کے سامنے کھلا رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔

۶۔ عورت کے لیے سوائے محارم کے اپنی زینت کو کھولنا جائز نہیں۔ آیت میں ان بارہ محارم کا ذکر کیا گیا ہے۔

۷۔ جس طرح عورت کے لیے اپنی زینت کو چھپانا ضروری ہے اسی طرح اس زینت کی آواز کو ظاہر کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ جیسے زمانہ جاہلیت میں عورتوں کا طریقہ کار تھا کہ پاؤں میں پازیب پہنتی تھیں اور اس کی آواز بہت پرکشش ہوتی

تھی۔

مولانا ادریس کاندھلوی نے لکھا ہے کہ ان آیات میں جس قدر احکام مذکور ہیں وہ سب زنا کی انسدادی تدابیر ہیں جو عصمت وعفت کی حفاظت میں تریاق اور اکسیر کا حکم رکھتی ہیں اور تہذیب، اخلاق اور تزکیہ باطن کے بارے میں بے مثال اور بے نظیر ہیں۔ (مولانا ادریس کاندھلویؒ، معارف القرآن، سورۃ النور، تفسیر آیات: ۳۰۔۳۱)۔

﴿وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآئِكُمْ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (32) وَ لْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّ اٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ وَ لَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ مَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (33) وَ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّ مَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَ مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ (34) اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّ لَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَ لَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ (35)﴾

ترجمہ

تم میں سے جن (مردوں یا عورتوں) کا اس وقت نکاح نہ ہو، ان کا بھی نکاح کراؤ، اور تمہارے غلاموں اور باندیوں میں سے جو نکاح کے قابل ہوں، ان کا بھی۔ اگر وہ تنگ دست ہوں تو اللہ اپنے فضل سے انہیں بے نیاز کر دے گا۔ اور اللہ بہت وسعت والا ہے، سب کچھ جانتا ہے۔ اور جن لوگوں کو نکاح کے مواقع میسر نہ ہوں، وہ پاک دامنی کے ساتھ رہیں، یہاں تک کہ اللہ اپنے فضل سے انہیں بے نیاز کر دے۔ اور تمہاری ملکیت کے غلام

باندیوں میں سے جو مکاتبت کا معاہدہ کرنا چاہیں، اگر ان میں بھلائی دیکھو تو ان سے مکاتبت کا معاہدہ کر لیا کرو اور (مسلمانو) اللہ نے تمہیں جو مال دے رکھا ہے اس میں سے ایسے غلام باندیوں کو بھی دیا کرو، اور اپنی باندیوں کو دنیوی زندگی کا ساز و سامان حاصل کرنے کے لیے بدکاری پر مجبور نہ کرو جبکہ وہ پاک دامنی چاہتی ہوں، اور جو کوئی انہیں مجبور کرے گا تو ان کو مجبور کرنے کے بعد اللہ (ان باندیوں کو) بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ اور ہم نے وہ آیتیں بھی اتار کر تم تک پہنچا دی ہیں جو ہر بات کو واضح کرنے والی ہیں اور ان لوگوں کی مثالیں بھی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں، اور وہ نصیحت بھی جو اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے کار آمد ہے۔

تفسیر

بیوہ عورتوں، غلاموں اور لونڈیوں کے نکاح کا حکم

سورۃ النور عفت و عصمت کے مرکزی مضمون کے گرد گھومتی ہے چنانچہ اسی مناسبت سے ان آیات میں ان سرپرستوں کو ان کے ماتحتوں اور آقاؤں کو اپنے غلاموں کے بارے میں کچھ احکام دیئے گئے ہیں کہ تم ان مردوں یا عورتوں کا یا غلاموں اور لونڈیوں کا نکاح کراؤ جن کا نکاح ابھی نہیں ہوا اور وہ نکاح کے قابل ہیں تاکہ وہ اپنی طبعی مصلحتوں کا خیال رکھ سکیں۔ اگر وہ غریب ہوں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کی ضروریات کا انتظام فرما دے گا اور اگر انہیں نکاح کے لیے موقع نہ ملے تو انہیں چاہیے کہ وہ بے حیائی کے کام میں نہ پڑیں اللہ اپنے فضل سے ان کی ضروریات پوری فرمادے گا۔ دوسری رہنمائی بھی آقاؤوں کو فراہم کی گئی ہے کہ اگر اپنے غلاموں اور لونڈیوں کی طبعی مصلحتوں کو ترجیح دیتے ہوئے ان سے مکاتبت کا لین دین کریں تو یہ بھی ان کے لیے بہتر ہے۔ مکاتبت یہ ہے کہ آقا اور غلام کے درمیان یہ طے پا جائے کہ غلام اپنی قیمت یا کم یا زیادہ کے برابر کما کر اپنے آقا کو دے گا۔ جب طے شدہ رقم پوری ہو جائے تو وہ غلام آزاد ہو جائے گا۔ ساتھ ہی مسلمانوں اور مالکوں کو ہدایت دی گئی کہ ان مکاتب غلاموں کی مدد کریں اور انہیں اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے مال سے عطا کریں۔ اس سے ایک تو یہ

معلوم ہوا کہ جو کچھ ہمارے پاس اور جو کچھ کائنات میں ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے انسان نے اسی ملکیت کے پیش نظر مال خرچ کرنا ہے دوسرا مال کی عطا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور تیسرا جو اس کی عطا ہے اسے استعمال کرنے اور خرچ کرنے میں کچھ پابندیاں بھی اسی مالکِ حقیقی کی جانب سے لاگو ہوں گی۔ایسا نہیں ہے کہ مال کا حقیقی مال انسان ہے جیسا کہ سرمایہ دارانہ نظام(Capitalism) میں ہے اور ایسا بھی نہیں کہ صرف ریاست ہی سب کچھ کی مالک

ہے۔جیسا کہ اشتراکیت(communism) کا فلسفہ ہے۔ بلکہ مالک وہی ذات ہے جس نے یہ سب کچھ پیدا

کیا ہے۔

خودآزمائی

1۔ سورۃالنور کی آیات ۱تا ۳ کا ترجمہ لکھیے اور ان کی روشنی میں جرمِ زنا اور اس کے احکام تحریر کیجیے۔
2۔ سورۃالنور کی معنویت پر جامع نوٹ لکھیے۔
3۔ سورۃالنور میں کے مرکزی محور کا تعین کیجیے اور اس سورت کے اہم مضامین کی فہرست مرتب کیجیے۔
4۔ سورۃالنور کی روشنی میں لعان، قذف کے احکام سے مفسرین کی آراء کی روشنی میں لکھیے۔
5۔ موجودہ دور میں سورۃالنور کے احکام کی اہمیت و معنویت کے بارے جامع مضمون لکھیے۔
6۔ سورۃالنور کی روشنی میں واقعۂ افک کی تفاصیل تحریر کیجیے۔
7۔ سورۃالنور کے تناظر میں نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان تحریر کیجیے۔
8۔ سورۃالنور کی روشنی میں معاشرتی آداب اور تعامل کے احکام لکھیے۔
9۔ مذکورہ سورت کے تناظر میں پردہ کے احکام بیان کیجیے۔

یونٹ:6

سورۃالنور

آیات35تا64ترجمہ وتفسیر

تالیف وترتیب: ڈاکٹر محمد طیب خان
نظر ثانی: ڈاکٹر محمد ظفر اقبال

فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
یونٹ کا تعارف	83
یونٹ کے مقاصد	83
یونٹ نمبر 6: سورۃ النور: آیات 64-35: ترجمہ و تفسیر	84-96
خود آزمائی	96

یونٹ کا تعارف

عزیز طلبہ وطالبات ! اس یونٹ میں سورۃالنور کی آیات ۳۵ تا ۶۴ کے ترجمہ و تفسیر کو بیان کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں آیات کا بامحاورہ ترجمہ اور مذکورہ آیات کے مضامین کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کی مختصر تفسیر ذکر کی گئی ہے۔

یونٹ کے مقاصد

عزیز طلبہ وطالبات !اس یونٹ کے درسی مواد کے مطالعہ کے بعد آپ میں ان شاء اللہ یہ اہلیت پیدا ہو جائے گی کہ آپ

1۔ سورۃالنور کی آیات ۳۵ تا ۶۴ کو تجوید کے اصول کے مطابق پڑھ سکیں گے اور ان آیات میں محل اور کیفیتِ وقف کی معرفت حاصل کر کے ان آیات کی تلاوت کر سکیں گے۔

2۔ سورۃالنور کی آیات ۳۵ تا ۶۴ میں مذکور مضامینِ اخلاق کی معاصر اہمیت اور معنویت سے واقف ہو سکیں۔

3۔ سورۃالنور کی مذکورہ آیات کے تناظر میں نورِ الٰہی کی مراد اورانسانی دل سے اس کی نسبت اور قرآن مجید کی مثالوں کے ذریعے حق کو قبول کرنے یا نہ کرنے کے سلسلے میں انسانوں کی مختلف انواع سے سے آگاہ ہو سکیں گے۔

4۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعامل میں مسلمانوں اور منافقین کے کردار میں فرق کے بارے واقفیت حاصل کر سکیں گے۔

5۔ نبی کریم ﷺ کی شان کے بارے میں کچھ رہنما اصول حاصل کر سکیں گے۔

6۔ سابقہ یونٹ میں ذکر کیے گئے آدابِ معاشرت کے علاوہ چند دیگر آداب سے بھی آگاہی حاصل کر سکیں گے۔

7۔ سورۃالنور میں مذکور دیگر مندرجات کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی شانِ قدرت، علم اور حکمت کے بارے میں بھی رہنمائی حاصل کر سکیں گے۔

6۔ سورۃ النور

(آیات 64-35: ترجمہ و تفسیر)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿اَللّٰہُ نُوۡرُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ مَثَلُ نُوۡرِہٖ کَمِشۡکٰوۃٍ فِیۡہَا مِصۡبَاحٌ اَلۡمِصۡبَاحُ فِیۡ زُجَاجَۃٍ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّہَا کَوۡکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوۡقَدُ مِنۡ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیۡتُوۡنَۃٍ لَّا شَرۡقِیَّۃٍ وَّ لَا غَرۡبِیَّۃٍ یَّکَادُ زَیۡتُہَا یُضِیۡٓءُ وَ لَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡہُ نَارٌ نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ یَہۡدِی اللّٰہُ لِنُوۡرِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ وَ یَضۡرِبُ اللّٰہُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ وَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ (35) فِیۡ بُیُوۡتٍ اَذِنَ اللّٰہُ اَنۡ تُرۡفَعَ وَ یُذۡکَرَ فِیۡہَا اسۡمُہٗ ۙ یُسَبِّحُ لَہٗ فِیۡہَا بِالۡغُدُوِّ وَ الۡاٰصَالِ (36) رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡہِیۡہِمۡ تِجَارَۃٌ وَّ لَا بَیۡعٌ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَ اِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَ اِیۡتَآءِ الزَّکٰوۃِ ۙ یَخَافُوۡنَ یَوۡمًا تَتَقَلَّبُ فِیۡہِ الۡقُلُوۡبُ وَ الۡاَبۡصَارُ (37) لِیَجۡزِیَہُمُ اللّٰہُ اَحۡسَنَ مَا عَمِلُوۡا وَ یَزِیۡدَہُمۡ مِّنۡ فَضۡلِہٖ ؕ وَ اللّٰہُ یَرۡزُقُ مَنۡ یَّشَآءُ بِغَیۡرِ حِسَابٍ (38) وَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَعۡمَالُہُمۡ کَسَرَابٍۭ بِقِیۡعَۃٍ یَّحۡسَبُہُ الظَّمۡاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَہٗ لَمۡ یَجِدۡہُ شَیۡئًا وَّ وَجَدَ اللّٰہَ عِنۡدَہٗ فَوَفّٰىہُ حِسَابَہٗ ؕ وَ اللّٰہُ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ ۙ (39) اَوۡ کَظُلُمٰتٍ فِیۡ بَحۡرٍ لُّجِّیٍّ یَّغۡشٰىہُ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِہٖ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِہٖ سَحَابٌ ؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعۡضُہَا فَوۡقَ بَعۡضٍ ؕ اِذَاۤ اَخۡرَجَ یَدَہٗ لَمۡ یَکَدۡ یَرٰىہَا ؕ وَ مَنۡ لَّمۡ یَجۡعَلِ اللّٰہُ لَہٗ نُوۡرًا فَمَا لَہٗ مِنۡ نُّوۡرٍ (40)﴾

ترجمہ

اللہ تمام آسمانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال کچھ یوں ہے جیسے ایک طاق ہو جس میں چراغ رکھا ہو چراغ ایک شیشے میں ہو، شیشہ ایسا ہو جیسے ایک ستارا، موتی کی طرح چمکتا ہوا، وہ چراغ ایسے برکت والے درخت یعنی زیتون سے روشن کیا جائے جو نہ (صرف) مشرقی ہو نہ (صرف) مغربی ایسا لگتا ہو کہ اس کا تیل خود ہی روشنی دیدے گا۔ چاہے اسے آگ بھی نہ لگے، نور بالائے نور، اللہ اپنے نور تک جسے چاہتا ہے، پہنچا دیتا ہے، اور اللہ لوگوں کے فائدے کے لیے تمثیلیں بیان کرتا ہے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ جن گھروں کے بارے میں اللہ

نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کو بلند مقام دیا جائے اور ان میں اس کا نام لے کر ذکر کیا جائے، ان میں صبح و شام وہ لوگ تسبیح کرتے ہیں۔ جنہیں کوئی تجارت یا کوئی خرید و فروخت نہ اللہ کی یاد سے غافل کرتی ہے نہ نماز قائم کرنے سے اور نہ زکوٰۃ دینے سے وہ اس دن سے ڈرتے رہتے ہیں جس میں دل اور نگاہیں الٹ پلٹ کر رہ جائیں گی۔ نتیجہ یہ ہے کہ اللہ ان لوگوں کو ان کے اعمال کا بہترین بدلہ دے گا، اور اپنے فضل سے مزید کچھ اور بھی دے گا اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے حساب دیتا ہے۔ اور (دوسری طرف) جن لوگوں نے کفر اپنا لیا ہے ان کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چٹیل صحرا میں ایک سراب ہو جسے پیاسا آدمی پانی سمجھ بیٹھتا ہے، یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں تھا اور اس کے پاس اللہ کو پاتا ہے، چنانچہ اللہ اس کا پورا پورا حساب چکا دیتا ہے۔ اور اللہ بہت جلدی حساب لے لیتا ہے۔ یا پھر ان (اعمال) کی مثال ایسی ہے جیسے کسی گہرے سمندر میں پھیلے ہوئے اندھیرے، کہ سمندر کو ایک موج نے ڈھانپ رکھا ہو، جس کے اوپر ایک اور موج ہو، اور اس کے اوپر بادل، غرض اوپر تلے اندھیرے ہی اندھیرے۔ اگر کوئی اپنا ہاتھ باہر نکالے تو اسے بھی نہ دیکھ پائے۔ اور جس شخص کو اللہ ہی نور عطا نہ کرے، اس کے نصیب میں کوئی نور نہیں۔

تفسیر

آیتِ نور۔۔۔ ایمان اور کفر کے حامل تین کرداروں کی مثال نور سے مراد وہ چیز ہے جس کے باعث دیگر اشیاء کا ظہور ہو یعنی جو خود ظاہر ہو اور دوسری اشیاء کو ظاہر کرے۔ آیت میں اللہ تعالیٰ کا کائنات کے نور ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کائنات کا اصل سبب ظہور صرف اللہ تعالیٰ ہے دوسری روشنی فراہم کرنے والی اشیاء بھی اسی کی عطا کی ہوئی روشنی سے روشن ہیں اور آگے روشنی فراہم کرتی ہیں ورنہ ان کے پاس اپنا کچھ نہیں جس سے وہ یہ کرشمہ دکھا سکیں۔ (مولانا ابوالاعلیٰ مودودیؒ، تفہیم القرآن)۔ مفسرین کے مطابق نور بمعنی منور (اسم فاعل) یعنی اللہ تعالیٰ زمین و آسمان اور اس میں بسنے والی مخلوق کو روشن کرنے والے اور نور بخشنے والے ہیں۔ نور سے مراد نور ہدایت، نورِ ایمان اور نور علم بھی لیا گیا ہے اسی بنا پر حضرت ابن عباسؓ کے مطابق اس کا مطلب ہے: ''اللہ آسمانوں اور زمین والوں کو ہدایت دینے والا''۔ (مفتی محمد شفیع، معارف القرآن)۔

آیت میں انسانی سینے کو طاق اور دل کو چراغ سے تشبیہ دی گئی ہے ڈاکٹر اسرار احمد کے مطابق انسانی پسلیوں کا ڈھانچہ یعنی سینہ نیچے سے چوڑا اور اوپر سے تنگ ہونے کی وجہ سے قدیم زمانے کے طاق سے ملتا جلتا ہے۔ ڈایافرام (Diaphragm) جو نچلے دھڑ کے اندرونی حصے (abdominal cavity) کو سینے کے اندرونی حصے (chest cavity) سے جدا کرتا ہے اس طاق کا گویا فرش ہے جس کے اوپر یہ چراغ یعنی دل رکھا گیا ہے۔ یہ دل ایک بندۂ مؤمن کا دل ہے جو نورِ ایمان سے روشن ہے۔ یہ نورِ ایمان نور فطرت اور وحی کے نور کا مجموعہ ہے۔ نورِ فطرت تو وہی ہے جو ہر انسان کی روح کے اندر پہلے سے موجود تھا۔ (ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن)۔ جب کہ نورِ وحی وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق اسی انسان کو عطا ہوتا ہے جو صالح فطرت ہو۔

اسی طرح دل کی روشنی جس چیز سے فیض یاب ہوتی ہے وہ زیتون کا ایسا درخت ہے جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی بلکہ وہ کھلے میدان میں ہے جہاں مسلسل اور ہر طرف سے اس پر دھوپ پڑ رہی ہے۔ یہ مثال دراصل انسانی ایمان کے اجزائے ترکیبی کی ہے کہ انسانی فطرت کے اندر ایمان باللہ اور اللہ تعالیٰ کی معرفت پیدائشی طور پر موجود ہے مگر ماحول اور منفی اثرات کے باعث یہ ایمان و معرفت غفلت اور مادیت کے پردے میں چھپ کر شعور سے اوجھل ہو جاتی ہے لیکن کچھ لوگ اتنے سلیم الفطرت ہوتے ہیں کہ ان پر یہ منفی و مادی اثرات کسی بھی حالت میں اثر انداز نہیں ہوتے اور معرفت الٰہی ان میں مسلسل باقی رہتی ہے۔ جیسے ہی معرفتِ الٰہی کا دوسرا بڑا ذریعہ وحی ایسے لوگوں تک پہنچتی ہے تو وہ فوراً اسے اپنی اصلی اور پیدائشی فطرت کے مطابق قبول کر لیتے ہیں۔

نتیجہ کلام یہ ہے کہ مومن کا شیشہ دل نہایت صاف ہوتا ہے اور خدا کی توفیق سے اس میں قبول حق کی ایسی زبردست صلاحیت موجود ہوتی ہے کہ بغیر دیا سلائی جلائے ہی جل اُٹھنے کو تیار رہتا ہے۔ یعنی وحی اور قرآن کی تیز روشنی نے جیسے ہی اسے چُھوا فوراً اس کی فطری روشنی بھڑک اٹھی۔ اسی کو ﴿نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ﴾ (روشنی پر روشنی) فرمایا۔ باقی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی ملکیت میں ہے، جسے چاہے اپنی روشنی عطا کر دے اور وہی جانتا ہے کہ کسے یہ روشنی ملنی چاہیے اور کسے نہیں۔ (عثمانیؒ، تفسیر عثمانی)۔

مذکورہ آیات میں تین کردار کے حامل انسانوں کی مثال پیش کی گئی ہے ایک ایسے سلیم الفطرت انسان جن کے دلوں میں معرفتِ الٰہی فطری طور پر موجود ہوتی ہے انھیں جیسے ہی وحی کا نور اور روشنی انہیں پہنچتی ہے ان کا باطن ایمانِ حقیقی کے نور سے جگمگا اٹھتا ہے ایسے انسانوں کی کیفیت کو اس آیت میں ﴿نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ﴾ (روشنی پر روشنی) سے تعبیر کیا گیا ہے۔ دوسرا کردار کے حامل لوگ وہ ہیں جن کے دل نورِ ایمان سے بالکل محروم ہیں جن کی دل زندگی بھر نفسانی خواہشات کے چنگل میں اس طرح پھنسے ہوتے ہیں کہ ان پر وحی کا نور اثر ہی نہیں کرتا اس قسم کے کردار کو آیت میں ﴿ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ﴾ (تہہ در تہہ اندھیرے) کے الفاظ سے بیان کیا گیا ہے جب کہ تیسرے قسم کا کردار کے حامل وہ لوگ ہیں جن کے دل اگرچہ حقیقی ایمان سے محروم ہیں لیکن وہ اپنے قلبی اطمینان اور دنیاوی اغراض و مقاصد کے پیشِ نظر اچھے کام بھی کرتے رہتے ہیں ایسے لوگوں کے اعمال کی مثال آیت میں: ﴿اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ﴾ (ان کے اعمال سراب کی مانند ہیں) سراب سے دی گئی ہے۔ جو دور سے تو پانی دکھائی دیتا ہے لیکن اس کے قریب آئیں تو حقیقتاً اس کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔

نور علی نور کی کیفیت سے معمور اعلی مومنوں کی مزید صفات اور ان کی جزا بھی مذکورہ آیات میں بیان کی گئی ہیں کہ وہ اللہ کے گھروں میں صبح و شام اللہ تعالی کی تسبیح کرتے ہیں اور دنیا میں تجارت اور کام انہیں اللہ تعالی کے ذکر، نماز کے قائم کرنے اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے غافل نہیں کرتے اور وہ آخرت کی فکر میں لگے رہتے ہیں تو ایسے لوگوں کو بشارت دی گئی ہے کہ نہ صرف ان کے اعمال کا بہترین بدلہ انھیں ملے بلکہ انھیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے بڑھ کر بے حساب عطا کرے گا۔

﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ الطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ تَسْبِيْحَهٗ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ (41) وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ اِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ (42) اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ (43) يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ (44) وَ اللّٰهُ

خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنۡ مَّآءٍ‌ۚ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِىۡ عَلٰى بَطۡنِهٖ‌ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِىۡ عَلٰى رِجۡلَيۡنِ‌ۚ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّمۡشِىۡ عَلٰٓى اَرۡبَعٍ‌ؕ يَخۡلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ (45) لَقَدۡ اَنۡزَلۡنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ‌ؕ وَاللّٰهُ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسۡتَقِيۡمٍ (46)﴾

ترجمہ

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں اللہ ہی کی تسبیح کرتے ہیں، اور وہ پرندے بھی جو پر پھیلائے ہوئے اڑتے ہیں۔ ہر ایک کو اپنی نماز اور اپنی تسبیح کا طریقہ معلوم ہے۔ اور اللہ ان کے سارے کاموں سے پوری طرح باخبر ہے۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے، اور اللہ ہی کی طرف (سب کو) لوٹ کر جانا ہے۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ بادلوں کو ہنکاتا ہے، پھر ان کو ایک دوسرے سے جوڑ دیتا ہے، پھر انہیں تہہ بر تہہ گھٹا میں تبدیل کر دیتا ہے، پھر تم دیکھتے ہو کہ بارش اس کے درمیان سے برس رہی ہے۔ اور آسمان میں (بادلوں کی شکل میں) جو پہاڑ کے پہاڑ ہوتے ہیں، اللہ ان سے اولے برساتا ہے، پھر جس کے لیے چاہتا ہے ان کو مصیبت بنا دیتا ہے، اور جس سے چاہتا ہے ان کا رخ پھیر دیتا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں کی بینائی اچک لے جائے گی۔ وہی اللہ رات اور دن کا الٹ پھیر کرتا ہے۔ یقیناً ان سب باتوں میں ان لوگوں کے لیے نصیحت کا سامان ہے جن کے پاس دیکھنے والی آنکھیں ہیں۔ اور اللہ نے زمین پر چلنے والے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں جو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں، کچھ وہ ہیں جو دو پاؤں پر چلتے ہیں، اور کچھ وہ ہیں جو چار (پاؤں) پر چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ یقیناً اللہ ہر بات پر قدرت رکھتا ہے۔ بیشک ہم نے وہ آیتیں نازل کی ہیں جو حقیقت کو کھول کھول کر بیان کرنے والی ہیں، اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے تک پہنچا دیتا ہے۔

تفسیر

ان آیات میں معرفتِ الٰہی کے نور کی نشانیوں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے جس میں کائنات اور اس میں ہر چیز کا اللہ

تعالیٰ کو یاد کرنا اس کی تسبیح بیان کرنا اور اس کی قدرت سے ہواؤں کے رخ کا تعین، بادلوں کی کیفیت، ان سے بارشوں کا برسنا، دن اور رات کا ادل بدل کر ایک خاص نظم سے آنا شامل ہے۔ آج کے دور میں کائنات میں پھیلی ہوئی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی متعدد طبیعی اور حیاتیاتی علوم جیسے بیالوجی، زوالوجی، باٹنی وغیرہ میں تفصیلی مطالعات تو ہو رہے ہیں لیکن ضرورت اس امر کی ہے کہ ان مطالعات کے ساتھ ان نشانیوں پر غور و فکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی صنعت و کاریگری کی معرفت حاصل کر کے اسے اجاگر کیا جائے۔

﴿وَ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَ بِالرَّسُوْلِ وَ اَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَ مَاۤ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ(47) وَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ(48) وَ اِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْۤا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ (49) اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْۤا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَ رَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ(50) اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ(51) وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَخْشَ اللّٰهَ وَ يَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ(52) وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ(53) قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَ عَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ(54)﴾

ترجمہ

اور یہ (منافق) لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لے آئے ہیں، اور ہم فرمانبردار ہو گئے ہیں، پھر ان میں سے ایک گروہ اس کے بعد بھی منہ موڑ لیتا ہے۔ یہ لوگ (حقیقت میں) مومن نہیں ہیں۔ اور جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کریں تو ان میں سے کچھ لوگ ایک دم

رخ پھیر لیتے ہیں۔اور اگر خود انہیں حق وصول کرنا ہو تو وہ بڑے فرمانبردار بن کر رسول کے پاس چلے آتے ہیں۔ کیاان کے دلوں میں کوئی روگ ہے یا یہ شک میں پڑے ہوئے ہیں یا انہیں یہ اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم ڈھائے گا؟ نہیں بلکہ ظلم ڈھانے والے تو خود یہ لوگ ہیں۔ مومنوں کی بات تو یہ ہوتی ہے کہ جب انہیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ رسول ان کے درمیان فیصلہ کریں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ : ہم نے (حکم) سن لیا، اور مان لیا۔ اور ایسے ہی لوگ ہیں جو فلاح پانے والے ہیں۔ اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کریں، اللہ سے ڈریں، اور اس کی نافرمانی سے بچیں تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔اور یہ (منافق لوگ) بڑے زوروں سے اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ اگر (اے پیغمبر) تم انہیں حکم دو گے تو یہ نکل کھڑے ہوں گے۔ (ان سے) کہو کہ : قسمیں نہ کھاؤ۔ (تمہاری) فرمانبرداری کا سب کو پتہ ہے۔ یقین جانو کہ تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔ (ان سے) کہو کہ : اللہ کا حکم مانو اور رسول کے فرمانبردار بنو، پھر بھی اگر تم نے منہ پھیرے رکھا تو رسول پر تو اتنا ہی بوجھ ہے جس کی ذمہ داری ان پر ڈالی گئی ہے، اور جو بوجھ تم پر ڈالا گیا ہے، اس کے ذمہ داری تم خود ہو۔ اگر تم ان کی فرمانبرداری کرو گے تو ہدایت پاجاؤ گے، اور رسول کا فرض اس سے زیادہ نہیں ہے کہ وہ صاف صاف بات پہنچادیں۔

تفسیر

اللہ اور رسول ﷺ کے احکام کے مقابلے میں منافقوں اور مومنوں کے رویوں کی نشاندہی اور منافقین کے دوہرے اور منافقانہ کردار پر تنبیہ

ان آیات میں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور ان کے احکام کے بارے میں دو مختلف رویوں کی نشاندہی کی گئی ہے ایک مومنین کا رویہ اور دوسرا منافقین کا رویہ۔ دونوں کے رویے کو تین امور میں تقابل کر کے پیش کیا گیا ہے۔ ایک اطاعت الٰہی اور اطاعتِ رسول، دوسرا کسی تنازع کے فیصلے کے لیے ان کا طرز عمل اور تیسرا جہاد کے لیے نکلتے وقت ان کا رویہ۔ منافقین کا رویہ یہ ہے کہ اگر کسی متنازع فیہ مسئلے میں حق پر ہوں تو وہ نبی کریم ﷺ کے پاس

اس مقدمے کا فیصلہ کروانے آجاتے لیکن جب وہ غلطی پر ہوں تو مقدمے کے فیصلے کے لیے ان کی ترجیح یہود ہوتے۔ جبکہ مومنین کسی بھی مقدمے میں نبی کریم ﷺ کو ہی ترجیحِ اول سمجھتے۔ اسی طرح جہاد کے لیے نکلنے کا حکم جیسے ہی آتا تو منافقین حیلے بہانے کرکے جہاد سے بھاگ کھڑے ہوتے جب کہ مومن حکم الٰہی اور حکمِ نبی ﷺ پر بلاتامل لبیک کہتے ہوئے نکل پڑتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں رویوں کی نشاندہی کرکے ان کے مطابق حکم بھی صادر فرمادیا کہ مثبت رویے کے حامل مومنین جو حکم الٰہی اور حکم نبی ﷺ کی بلاتامل فرمانبرداری کرتے ہیں وہ کامیاب ہیں اور منافقین پر سوالیہ انداز سے ان کے منافقانہ رویے کی وجوہات بتائی گی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیاان کے دلوں میں کوئی روگ ہے یا یہ شک میں پڑے ہوئے ہیں یا انہیں یہ اندیشہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم ڈھائے گا؟ نہیں بلکہ ظلم ڈھانے والے تو خود یہ لوگ ہیں۔'' اور پھر انہیں تنبیہ کی گئی کہ کامیابی کا راستہ صرف اطاعتِ رسول ﷺ ہے اگر یہ نہیں تو تم اپنے کیے کے خود ذمہ دار ہو اور نبی کریم ﷺ کا جو کام تھا کہ پیغامِ الٰہی کو تم تک پہنچادیں تو وہ پوری ذمہ داری سے یہ پیغام پہنچا چکے ہیں۔

﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَ لَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَ لَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ(55) وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ(56) لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَ لَبِئْسَ الْمَصِيْرُ(57)﴾

ترجمہ

تم میں سے جو لوگ ایمان لے آئے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں، ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں ضرور زمین میں اپنا خلیفہ بنائے گا، جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو بنایا تھا، اور ان کے لیے اس دین کو ضرور اقتدار بخشے گا جسے ان کے لیے پسند کیا ہے، اور ان کو جو خوف لاحق رہا ہے، اس کے بدلے انہیں ضرور امن عطا کرے

گا۔ (بس) وہ میری عبادت کریں، میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور جو لوگ اس کے بعد بھی ناشکری کریں گے تو ایسے لوگ نافرمان ہوں گے۔ اور نماز قائم کرو، اور زکوٰۃ ادا کرو، اور رسول کی فرمانبرداری کرو، تاکہ تمہارے ساتھ رحمت کا برتاؤ کیا جائے۔ یہ ہر گز نہ سمجھنا کہ جن لوگوں نے کفر کا راستہ اپنا لیا ہے، وہ زمین میں (کہیں بھاگ کر ہمیں) بے بس کر دیں گے۔ ان کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور یقیناوہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

تفسیر

مسلمانوں سے خلافتِ ارضی کا وعدۂ الٰہی

منافقین کے منافقانہ رویے کی نشاندہی کے بعد مذکورہ آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس دنیا میں خلافتِ ارضی صرف انہی لوگوں کو حاصل ہو گی جو سچے مومن ہوں اور اعمالِ صالحہ کے حامل ہوں۔ پھر چونکہ نبی کریم ﷺ کے دور میں جو خوف کی کیفیت تھی اس کے چھٹ جانے کی بھی بشارت دی گئی چنانچہ اس آیت میں مذکور وعدے کے مطابق مسلمانوں کو خلافت عطا کی گئی اور مسلمانوں کی حدودِ سلطنت کو دنیا کے ایک بڑے حصے تک وسعت عطا کی گئی۔ اس کے ساتھ جب مسلمانوں کو خلافت مل جائے تو ان کے لیے توحید پر کاربند رہنے، نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے، اطاعتِ رسول ﷺ کا حکم دیا گیا تاکہ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہو۔ اور جہاں تک کفار کا تعلق ہے تو وہ دنیا میں بھی ہمارے قابو سے باہر نہیں نکل سکے اور آخرت میں ان کی جگہ جہنم ہے جو کہ بہت بُرا ٹھکانہ ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِیَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِیْنَ مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْ وَ الَّذِیْنَ لَمْ یَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَ حِیْنَ تَضَعُوْنَ ثِیَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِیْرَةِ وَ مِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَیْسَ عَلَیْكُمْ وَ لَا عَلَیْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَیْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ (58) وَ اِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْیَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ (59) وَ الْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِیْ لَا یَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَیْسَ عَلَیْهِنَّ

جُنَاحٌ اَنۡ يَّضَعۡنَ ثِيَابَهُنَّ غَيۡرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيۡنَةٍ‌ؕ وَ اَنۡ يَّسۡتَعۡفِفۡنَ خَيۡرٌ لَّهُنَّ‌ؕ وَ اللّٰهُ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ (60)

اے ایمان والو! جو غلام لونڈیاں تمہاری ملکیت میں ہیں، اور تم میں سے جو بچے ابھی بلوغ تک نہیں پہنچے ان کو چاہیے کہ وہ تین اوقات میں (تمہارے پاس آنے کے لیے) تم سے اجازت لیا کریں۔ نماز فجر سے پہلے، اور جب تم دوپہر کے وقت اپنے کپڑے اتار کر رکھا کرتے ہو، اور نماز عشاء کے بعد یہ تین وقت تمہارے پردے کے اوقات ہیں۔ ان اوقات کے علاوہ نہ تم پر کوئی تنگی ہے، نہ ان پر۔ ان کا بھی تمہارے پاس آنا جانا لگا رہتا ہے، تمہارا بھی ایک دوسرے کے پاس۔ اللہ اسی طرح آیتوں کو تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان کرتا ہے، اور اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ اور جب تمہارے بچے بلوغ کو پہنچ جائیں، تو وہ بھی اسی طرح اجازت لیا کریں جیسے ان سے پہلے بالغ ہونے والے اجازت لیتے رہے ہیں۔ اللہ اسی طرح اپنی آیتیں کھول کھول کر تمہارے سامنے بیان کرتا ہے، اور اللہ علم کا بھی مالک ہے، حکمت کا بھی مالک۔ اور جن بڑی بوڑھی عورتوں کو نکاح کی کوئی توقع نہ رہی ہو، ان کے لیے اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ وہ اپنے (زائد) کپڑے، (مثلاً چادریں، نامحرموں کے سامنے) اتار کر رکھ دیں، بشرطیکہ زینت کی نمائش نہ کریں اور اگر وہ احتیاط ہی رکھیں تو ان کے لیے اور زیادہ بہتر ہے۔ اور اللہ سب کچھ سنتا، ہر بات جانتا ہے۔

تفسیر

دوسروں کے گھروں میں آنے کے بارے مزید اصول

یہ عام طریقہ کار ہے کہ گھر کے افراد، بالغ و نابالغ بچے، غلام اور لونڈیاں کا ایک دوسرے کے پاس آنا جانا لگا رہتا ہے اس لیے عام حالات اور اوقات میں تو ان کے ایک دوسرے کے پاس بلا اجازت آنے جانے میں کوئی پابندی نہیں لیکن مذکورہ آیت میں تین اوقات یعنی صبح کی نماز سے پہلے، دوپہر کو اور عشاء کی نماز کے بعد، کے اوقات میں بلا اجازت وہ ایک دوسرے کے پاس نہیں جا سکتے۔ لیکن جب بچے بالغ ہو جائیں تو ان کا حکم بڑوں والا ہے کہ وہ اجازت لے کر داخل ہوں گے۔

بوڑھی عورتوں کو پردے کے عام حکم سے استثناء حاصل ہے کہ وہ زینت کو چھپانے کے لیے استعمال کیے جانے والے زائد کپڑے اتار سکتیں ہیں مگر احتیاط پردے میں ہی ہے۔

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآىِٕكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ؕ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ(61)﴾

ترجمہ

نہ کسی نابینا کے لیے اس میں کوئی گناہ ہے، نہ کسی پاؤں سے معذور شخص کے لیے کوئی گناہ ہے، نہ کسی بیمار شخص کے لیے کوئی گناہ ہے، اور نہ خود تمہارے لیے کہ تم اپنے گھروں سے کچھ کھالو، یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے، یا اپنی ماؤں کے گھروں سے، یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے، یا اپنی بہنوں کے گھروں سے، یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے، یا اپنی پھوپیوں کے گھروں سے، یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے، یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے، یا ان گھروں سے جن کی چابیاں تمہارے اختیار میں ہوں۔ یا اپنے دوستوں کے گھروں سے، اس میں بھی تمہارے لیے کوئی گناہ نہیں ہے کہ سب ملکر کھاؤ، یا الگ الگ۔ چنانچہ جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں کو سلام کیا کرو، کہ یہ ملاقات کی وہ بابرکت پاکیزہ دعا ہے جو اللہ کی طرف سے آئی ہے۔ اللہ اسی طرح آیتوں کو تمہارے سامنے کھول کھول کر بیان کرتا ہے، تاکہ تم سمجھ جاؤ۔

تفسیر

باہمی کھانے پینے اور گھر میں داخل ہونے کے آداب

جب ایک حکمِ الٰہی نازل ہوا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ تو مسلمانوں نے اس قدر

احتیاط کرنا شروع کی کہ ان نے اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کے گھروں کا کھانا کھانا بھی اس خیال سے چھوڑ دیا کہ بلاضرورت کسی کے گھر کھانا حلال نہیں تو اس آیت میں ان کے اس خیالِ احتیاط کو درست کیا گیا کہ آپس میں رشتے دار ایک دوسرے کے گھروں سے کھا پی سکتے ہیں اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ مل کر کھائیں یا علیحدہ علیحدہ کھائیں کسی قسم کا کوئی مضائقہ نہیں۔

اور ایک دوسرے کے گھروں میں جب جائیں تو اللہ تعالیٰ نے سلام کا طریقہ تعلیم فرمایا ہے کہ تم سلامتی کا پیغام دو جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی ملاقات کے وقت بابرکت دعا ہے۔

سورۃ النور کا اختتامیہ: دربار رسالت کے حقوق

﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ یَذْهَبُوْا حَتّٰى یَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (62) لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ یَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ یَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِیْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ یُصِیْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ (63) اَلَاۤ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قَدْ یَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ ؕ وَ یَوْمَ یُرْجَعُوْنَ اِلَیْهِ فَیُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ وَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (64)﴾

مومن تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو دل سے مانتے ہیں اور جب رسول کے ساتھ کسی اجتماعی کام میں شریک ہوتے ہیں تو ان سے اجازت لیے بغیر کہیں نہیں جاتے۔ (اے پیغمبر) جو لوگ تم سے اجازت لیتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کو دل سے مانتے ہیں۔ چنانچہ جب وہ اپنے کسی کام کے لیے تم سے اجازت مانگیں تو ان میں سے جن کو چاہو، اجازت دے دیا کرو، اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت کی دعا کیا کرو۔ یقیناً اللہ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔ (اے لوگو) اپنے درمیان رسول کو بلانے کو ایسا (معمولی) نہ سمجھو جیسے تم آپس میں

ایک دوسرے کو بلایا کرتے ہو اللہ تم میں سے ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو ایک دوسرے کی آڑ لے کر چپکے سے کھسک جاتے ہیں۔ لہذا جو لوگ اس کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، ان کو اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ کہیں ان پر کوئی آفت نہ آپڑے، یا انہیں کوئی دردناک عذاب نہ آپکڑے۔ یاد رکھو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اللہ ہی کا ہے۔ تم جس حالت پر بھی ہو، اللہ اسے خوب جانتا ہے، اور جس دن سب کو اس کے پاس لوٹایا جائے گا، اس دن وہ ان کو بتادے گا کہ انہوں نے کیا عمل کیا تھا، اور اللہ کو ہر بات کا پورا پورا علم ہے۔

خودآزمائی

1۔ سورۃ النور کی آیات ۳۵ تا ۴۰ کا ترجمہ لکھیے اور ان کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی صفت نور کی توضیح تحریر کیجیے۔

2۔ سورۃ النور کی آیات ۳۵ تا ۴۰ کے تناظر میں قبولیتِ حق کے سلسلے میں انسانوں کے مختلف رد عمل تحریر کیجیے۔

3۔ سورۃ النور کی آیات ۳۵ تا ۶۴ کے مرکزی محور کا تعین کیجیے اور سورت کے اس حصے کے اہم مضامین کی فہرست مرتب کیجیے۔

4۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعامل میں مسلمانوں اور منافقین کے کردار میں فرق سورۃ النور کے تناظر میں تحریر کیجیے۔

5۔ موجودہ دور میں سورۃ النور کے احکام کی اہمیت و معنویت کے بارے جامع مضمون لکھیے۔

6۔ سورۃ النور کے تناظر میں نبی کریم ﷺ کی شان کے بارے میں کچھ رہنما اصول حاصل کر سکیں گے۔۔

7۔ سورۃ النور کی روشنی میں معاشرتی آداب اور تعامل کے احکام لکھیے۔

یونٹ:7

سورۃ یٰس

آیات 1تا44ترجمہ و تفسیر

تالیف وترتیب: ڈاکٹر محمد طیب خان
نظر ثانی: ڈاکٹر محمد ظفر اقبال

فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
یونٹ کا تعارف	99
یونٹ کے مقاصد	99
یونٹ نمبر 7: سورۃ یٰسٓ: آیات 1-44: ترجمہ و تفسیر	100-111
خود آزمائی	111

یونٹ کے مقاصد

عزیز طلبہ وطالبات ! اس یونٹ میں سورۃ یٰسٓ کی آیات ۱تا ۴۴ کے ترجمہ و تفسیر کو بیان کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں آیات کا بامحاورہ ترجمہ اور مذکورہ آیات کے مضامین کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کی مختصر تفسیر ذکر کی گئی ہے۔

یونٹ کے مقاصد

عزیز طلبہ وطالبات ! اس یونٹ کے درسی مواد کے مطالعہ کے بعد آپ میں ان شاء اللہ یہ اہلیت پیدا ہو جائے گی کہ آپ

1۔ سورۃ یٰسٓ کی آیات ۱تا ۴۴ کو تجوید کے اصول کے مطابق پڑھ سکیں گے اور ان آیات میں محل اور کیفیتِ وقف کی معرفت حاصل کر کے ان آیات کی تلاوت کر سکیں گے۔

2۔ سورۃ یٰسٓ کی آیات ۱تا ۴۴ میں مذکور مضامینِ اخلاق کی معاصر اہمیت اور معنویت سے واقف ہو سکیں۔

3۔ سورۃ یٰسٓ کی آیات کی روشنی میں رسالتِ محمدی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے ثبوت پر قرآن مجید کی گواہی کے بارے میں جان سکیں گے۔

4۔ منکرین حق اور منکرینِ آخرت کو دیئے گئے قرآنی پیغام کو جان کر رہنمائی حاصل کر سکیں گے کہ دنیا بہر صورت عارضی ہے اور اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ کر دینے پر قادر ہے اور آخرت کو اللہ تعالیٰ کے ہاں جوابدہی کے لیے پیش ہونا ہے۔

5۔ دو قرآنی مثالوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے مبعوث کیے گئے رسولوں کے ساتھ لوگوں کے تعامل اور رسولوں کی حقانیت کے معیار کے بارے میں رہنمائی حاصل کر سکیں گے۔

6۔ اللہ تعالیٰ کی صفات قدرت، حکمت، پروردگاری اور رحمت سے آگاہی حاصل کر سکیں گے۔

7۔ سورۃ النور میں مذکور دیگر مندرجات کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی شانِ قدرت، علم اور حکمت کے بارے میں بھی رہنمائی حاصل کر سکیں گے۔

8۔ تاریخی شہادت کے علاوہ آفاق میں موجود نشانیوں سے اللہ تعالیٰ کی صنعت اور کاریگری کی بابت رہنمائی حاصل کر سکیں گے۔

7۔سورۃ یٰسٓ

(آیات 44-1: ترجمہ و تفسیر)

سورۃ یٰسٓ کی ثابت شدہ فضیلت اور اس میں کارفرما حکمت

احادیث مبارکہ میں سورۃ یٰسٓ کی بہت فضیلت وارد ہوئی ہے۔اسے قرآن مجید کو دل قرار دیا گیا اور اس سورت کے بارے میں صحیح روایات میں ہے کہ جو شخص سورۃ یسٓ کو خالص اللہ تعالیٰ اور آخرت کے لیے پڑھتا ہے اس کی مغفرت ہو جاتی ہے اور اس سورۃ کو مردوں پر پڑھنے کی ترغیب بھی دی گئی ہے۔صاحب روح المعانی نے امام غزالیؒ کے حوالے سے سورۃ یٰسٓ کو قرآن مجید کا دل قرار دینے کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ اس سورۃ میں قیامت اور حشر و نشر کے مضامین خاص بلاغت اور تفصیل سے ذکر ہوئے ہیں تو اصولِ ایمان میں سے عقیدہ آخرت وہ عقیدہ ہے جس پر انسان کے اعمال کا صحیح ہونا موقوف ہے۔آخرت کا خوف ہی انسان کو عملِ صالح کے لیے تیار کرتا ہے اور وہی اس کو ناجائز خواہشات اور حرام سے روکتا ہے۔تو جس طرح بدن کی صحت قلب کی صحت پر مبنی ہے اسی طرح ایمان کی صحت فکر آخرت پر مبنی ہے۔کیونکہ اس سورت میں حشر و نشر کے مضامین کو بڑے بلیغ انداز میں ذکر کیا گیا ہے اسی لیے اس سورت کو قریب المرگ لوگوں پر پڑھنے کی تلقین کی گئی ہے۔اسی طرح اس سورت کا نام اللہ کے ہاں عظیمہ ہے اور صاحب قرآن (جو اسے پڑھے اور اس پر عمل کرے) کو شریف کہا گیا ہے اور تورات میں اس کا نام معمہ ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سورت دنیا اور آخرت کی بھلائیوں اور برکات کو عام کرنے والی ہے اور دونوں جہانوں کی مشکلات سے چھٹکارے کا باعث ہے۔(دیکھیے: علامہ سید محمود آلوسیؒ، روح المعانی (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ط۱، ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء)، ۱۱: ۳۸۱۔۳۸۲۔مزید دیکھیے: مفتی محمد شفیعؒ، معارف القرآن،)۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿یٰسٓ(1)وَ الۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ(2)اِنَّکَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ(3)عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ (4)تَنۡزِیۡلَ الۡعَزِیۡزِ الرَّحِیۡمِ(5)لِتُنۡذِرَ قَوۡمًا مَّاۤ اُنۡذِرَ اٰبَآؤُهُمۡ فَهُمۡ غٰفِلُوۡنَ(6)﴾

یس۔ حکمت بھرے قرآن کی قسم۔ تم یقیناً پیغمبروں میں سے ہو۔ بالکل سیدھے راستے پر۔ یہ قرآن اس ذات کی طرف سے اتارا جارہا ہے جس کا اقتدار بھی کامل ہے، جس کی رحمت بھی کامل۔ تاکہ تم ان لوگوں کو خبر دار کرو جن کے باپ دادوں کو پہلے خبر دار نہیں کیا گیا تھا، اس لیے وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

تفسیر

رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر قرآن کی گواہی

سورت یٰس کا آغاز نبی ﷺ کے خطاب سے کیا گیا اور قرآن مجید جو سراسر حکمت سے بھرپور کتاب ہے، کی قسم کھا کر اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو یہ بتایا کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں کیونکہ یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی شخص اس طرح کا حکیمانہ کلام پیش کر سکے ایسا کلام وہی پیش کر سکتا ہے جس کا انتخاب اللہ تعالیٰ نے بحیثیت رسول کیا ہو۔

پھر قرآن مجید کو نازل کرنے والے یعنی اللہ تعالیٰ کی دو صفات بیان کی گئی ہیں ایک تو یہ قرآن عزیز کا نازل کردہ ہے۔ یہ صفت انذار کے لیے ہے۔ یعنی یہ اس مالک کائنات کا کلام ہے جو سب پر غالب ہے اور اسی کا حکم نافذ ہو کر رہتا ہے اور اس کے فرمان سے روگردانی کرنے والا اس کی پکڑ سے بچ نہیں سکے گا۔ دوسرا یہ قرآن رحیم کا نازل کردہ ہے اس سے مقصود یہ یاد دلانا ہے کہ وہ سراسر مہربان ہے یہ اس کی مہربانی ہے کہ اس نے یہ کلام تمہاری ہدایت اور رہنمائی کے لیے نازل فرمایا۔ اور پھر جو اس ہدایت پر عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اسے اپنی بے پایاں رحمتوں سے نوازے گا۔ اس اعتبار سے یہ صفت تبشیر کے لیے ہے۔ (تفہیم القرآن، تدبرِ قرآن)

نزولِ قرآن اور بعثتِ نبوی کا مقصد اس مقام پر بیان کیا گیا کہ آپ ﷺ کو ایک ایسی قوم کی طرف بھیجا گیا ہے جس کے آباء واجداد کی طرف کوئی ڈر سنانے والا نبی نہیں آیا۔ یہ بنی اسماعیل کی طرف اشارہ ہے کہ ان کی طرف آپ ﷺ سے پہلے کوئی نبی نہیں آیا اور یہ عظیم احسان ہے جو ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور انبیاء علیہم السلام کی پیشین گوئیوں کے مطابق اللہ تعالیٰ نے امیوں پر کیا۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ عربوں میں دعوت و تبلیغ اور انذار و تبشیر کا سلسلہ منقطع ہو گیا بلکہ یہ سلسلہ انبیاء کرام علیہم السلام کے نائبین کے ذریعے جاری رہا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان: ﴿وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ﴾ (کوئی امت نہیں مگر اس میں ہدایت کرنے والا گزر چکا ہے)۔ سے واضح ہے لیکن جب اصل تعلیماتِ انبیاء علیہم السلام مٹنے لگیں اور ان میں تحریف ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا اور ایسا انتظام فرمایا کہ آپ ﷺ کی ہدایت کے آثار رہتی دنیا تک رہیں گے۔ (مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ، تفہیم القرآن)۔

﴿لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ(7)اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ(8)وَ جَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ(9)وَ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ(10)اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَّ اَجْرٍ كَرِيْمٍ(11)اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَ نَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَ اٰثَارَهُمْ ط وَ كُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ(12)﴾

ترجمہ

حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگوں کے بارے میں بات پوری ہو چکی ہے۔ اس لیے وہ ایمان نہیں لاتے۔ ہم نے ان کے گلوں میں طوق ڈال رکھے ہیں، جو ٹھوڑیوں تک پہنچے ہوئے ہیں، اور اس وجہ سے ان کے سر اوپر کو اٹھے رہ گئے ہیں۔ اور ہم نے ایک آڑ ان کے آگے کھڑی کر دی ہے، اور ایک آڑ ان کے پیچھے کھڑی کر دی

ہے، اور اس طرح انہیں ہر طرف سے ڈھانک لیا ہے جس کے نتیجے میں انہیں کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ اور ان کے لیے دونوں باتیں برابر ہیں، چاہے تم انہیں خبردار کرو، یا خبردار نہ کرو، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ تم تو صرف ایسے شخص کو خبردار کر سکتے ہو جو نصیحت پر چلے، اور خدائے رحمن کو دیکھے بغیر اس سے ڈرے۔ چنانچہ ایسے شخص کو تم مغفرت اور باعزت اجر کی خوشخبری سنادو۔ یقیناً ہم ہی مردوں کو زندہ کریں گے، اور جو کچھ عمل انہوں نے آگے بھیجے ہیں ہم ان کو بھی لکھتے جاتے ہیں اور ان کے کاموں کے جو اثرات ہیں ان کو بھی۔ اور ہم نے ایک واضح کتاب میں ہر ہر چیز کا پورا احاطہ کر رکھا ہے۔

تفسیر

منکرین کے لیے واضح پیغام

مفسرین کے مطابق ان آیات میں ایسے کفار کی ہٹ دھرمی اور عناد کی تمثیل دو مثالوں سے دی گئی ہے جو کسی طرح بھی نصیحت حاصل نہیں کرنا چاہتے۔ ان مثالوں کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ کفار اپنے کفر، ہٹ دھرمی اور عناد میں اس حد تک پہنچ چکے ہیں کہ ایک تو یہ کہ وہ اپنے وجود تک کو دیکھ نہیں سکتے جس کے نتیجے میں وہ حق تک رسائی ہی نہیں حاصل کر سکتے کیونکہ وہ گردن میں طوق ڈالے ہوئے شخص کی طرح کبھی بھی کسی کھائی میں گر سکتے ہیں اور دوسرے مثال یہ ہے کہ وہ ایک ایسے حصار میں بند شخص کی طرح ہیں جسے اپنے گردوپیش کی کوئی خبر نہیں۔ ایسے ہی وہ حصار میں ہیں تو حق تک ان کی رسائی نہیں ہو سکتی۔

مشرکین مکہ کا حیات بعد الموت اور آخرت کے بارے میں دو شبے تھے جن کی وجہ سے وہ آخرت پر ایمان نہیں لاتے تھے ایک تو وہ یہ کہتے تھے کہ ایک زندہ آدمی کی موت اور اس کے گل سڑ جانے کے بعد وہ کیسے دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور دوسرا یہ کہ انسانوں کی اتنی بڑی تعداد کا حساب کتاب کیسے ممکن ہو گا؟ ان شبہات کو قرآن مجید میں بار بار رد کیا گیا اس مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے انھیں باور کروایا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ

ہم ہی مردوں کو زندگی عطا کرتے ہیں اور اس میں کسی قسم کا تردد نہیں ہونا چاہیے کہ ہم ہر انسان کے تمام اعمال لکھتے ہیں چاہے وہ اعمال اس نے اپنی آخرت کے لیے کیے ہوں یا دنیا میں کسی دوسرے کے لیے یا کوئی ایسے کام کیے ہوں جو اس کی موت کے بعد لوگوں کے نفع بخش ہوں۔ اور ان سب اعمال کے اعداد و شمار ایک مرکزی کتاب میں اللہ تعالیٰ نے کر رکھے ہیں۔ اس لیے منکرین آخرت کو کسی غلط فہمی میں نہیں رہنا چاہیے۔ (مولانا امین احسن اصلاحیؒ، تدبر قرآن، مفتی محمد شفیعؒ، معارف القرآن)

﴿ وَ اضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ(13)اِذْ اَرْسَلْنَآ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْٓا اِنَّآ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ(14) قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَ مَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ(15)قَالُوْا رَبُّنَا يَعْلَمُ اِنَّآ اِلَيْكُمْ لَمُرْسَلُوْنَ(16) وَ مَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ(17) قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَ لَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ(18)قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ(19) وَ جَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ رَجُلٌ يَّسْعٰى قَالَ يٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِيْنَ(20)اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّ هُمْ مُّهْتَدُوْنَ(21) وَ مَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ(22) ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّ لَا يُنْقِذُوْنِ(23) اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ(24) اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ بِرَبِّكُمْ فَاسْمَعُوْنِ(25) قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ(26) بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَ جَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ(27) وَ مَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَ مَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ(28) اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ(29) يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ(30) اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ(31) وَ اِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ(32)﴾

ترجمہ

اور (اے پیغمبر) تم ان کے سامنے ایک بستی والوں کی مثال پیش کرو، جب ان کے پاس رسول آئے تھے۔ جب ہم نے ان کے پاس (شروع میں) دو رسول بھیجے، تو انہوں نے دونوں کو جھٹلا دیا، پھر ہم نے ایک تیسرے کے ذریعے ان کی تائید کی، اور ان سب نے کہا کہ: یقین جانو ہمیں تمہارے پاس رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ انہوں نے کہا: تمہاری حقیقت اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ تم ہم جیسے ہی آدمی ہو۔ اور خدائے رحمن نے کوئی چیز نازل نہیں کی ہے، اور تم سراسر جھوٹ بول رہے ہو۔ ان (رسولوں) نے کہا: ہمارا پروردگار خوب جانتا ہے کہ ہمیں واقعی تمہارے پاس رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔ اور ہماری ذمہ داری اس سے زیادہ نہیں ہے کہ صاف صاف پیغام پہنچا دیں۔ بستی والوں نے کہا: ہم نے تو تمہارے اندر نحوست محسوس کی ہے۔ یقین جانو اگر تم باز نہ آئے تو ہم تم پر پتھر برسائیں گے، اور ہمارے ہاتھوں تمہیں بڑی دردناک سزا ملے گی۔ رسولوں نے کہا: تمہاری نحوست خود تمہارے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ کیا یہ باتیں اس لیے کر رہے ہو کہ تمہیں نصیحت کی بات پہنچائی گئی ہے؟ اصل بات یہ ہے کہ تم خود حد سے گزرے ہوئے لوگ ہو۔ اور شہر کے پرلے علاقے سے ایک شخص دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے کہا: اے میری قوم کے لوگو! ان رسولوں کا کہنا مان لو۔ ان لوگوں کا کہنا مان لو جو تم سے کوئی اجرت نہیں مانگ رہے، اور وہ صحیح راستے پر ہیں۔ اور بھلا میں اس ذات کی عبادت کیوں نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا ہے؟ اور اسی کی طرف تم سب کو واپس بھیجا جائے گا۔ بھلا کیا اسے چھوڑ کر میں ایسوں کو معبود مانوں کہ اگر خدائے رحمن مجھے کوئی نقصان پہنچانے کا ارادہ کر لے تو ان کی سفارش میرے کسی کام نہ آئے، اور نہ وہ مجھے چھڑا سکیں؟ اگر میں ایسا کروں گا تو یقیناً میں کھلی گمراہی میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ میں تو تمہارے پروردگار پر ایمان لا چکا۔ اب تم بھی میری بات سن لو۔) آخر کار بستی والوں نے اس کو قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس سے) کہا گیا کہ: جنت میں داخل ہو جاؤ اس نے (جنت کی نعمتیں دیکھ کر) کہا کہ: کاش! میری قوم کو معلوم ہو جائے۔ کہ اللہ نے کس طرح میری

بخشش کی ہے، اور مجھے باعزت لوگوں میں شامل کیا ہے۔ اور اس شخص کے بعد ہم نے اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر نہیں اتارا، اور نہ ہمیں اتارنے کی ضرورت تھی۔ وہ تو بس ایک ہی چنگھاڑ تھی جس سے وہ ایک دم بجھ کر رہ گئے۔ افسوس ہے ایسے بندوں کے حال پر۔ ان کے پاس کوئی رسول ایسا نہیں آیا جس کا وہ مذاق نہ اڑاتے رہے ہوں۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے ہم کتنی قوموں کو اس طرح ہلاک کر چکے ہیں کہ وہ ان کے پاس لوٹ کر نہیں آتے؟ اور یہ جتنے لوگ ہیں ان سبھی کو اکٹھا کر کے ہمارے سامنے حاضر کیا جائے گا۔

تفسیر

قریشِ مکہ کی عبرت کے لیے ایک بستی کی مثال

ان آیات میں انبیاء کرام کو جھٹلانے والوں کے بُرے انجام کی دو مثالیں دی گئی ہیں اور یہ بتایا گیا ہے کہ جس طرح تم نبی ﷺ پر اعتراضات کر کے ایمان سے رو گردانی کرتے ہو اس طرح ایک بستی والے بھی تھے جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے پہلے دو اور پھر تیسرا رسول ان کی نصیحت کے لیے بھیجا لیکن انہوں نے رسولوں کو اپنے جیسا بشر قرار دے کر ان کو اللہ کی طرف سے مبعوث ہونے سے انکار کیا اور اس دوران کوئی بڑی مشکل، قحط یا اجتماعی مصیبت پیش آئی تو یہاں تک کہا کہ یہ نحوست تمھاری وجہ سے ہم پر مسلط ہوئی۔ نحوست کا یہ طعنہ مختلف ادوار کی قومیں اور لوگ اپنے انبیاء علیہم السلام پر لگاتی رہیں[25]۔ ان رسل علیہم السلام کو اس پر مستزاد دھمکیاں بھی دیں کہ اگر وہ دعوت وارشاد کے کام سے باز نہ آئے تو انہیں سنگین نتائج بھگتنا ہوں گے اور سنگساری اور سخت سزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے رسل عظام علیہم السلام کا کہنا تھا تمھاری نحوست تمھاری اپنی وجہ سے ہی ہے کیونکہ ہر انسان کے خیر و شر کا پروانہ اس کے اپنے ساتھ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر

---

[25]۔ نبی کریم ﷺ کو عرب کے کفار و منافقین (سورۃ النساء، ۵: ۷۷)، قوم ثمود اپنے نبی کو (سورۃ النمل، ۲۷: ۴۷) اور قوم فرعون موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو نحوست کا ذمہ دار قرار دیتے تھے (سورۃ الاعراف، ۷: ۱۳۰)۔

ارشاد فرمایا: ﴿وَكُلَّ إِنسَانٍ أَلْزَمْنَٰهُ طَٰٓئِرَهُۥ فِى عُنُقِهِۦ﴾[26](اور ہم نے ہر انسان کا پروانۂ خیر و شر اس کی گردن میں لٹکا دیا ہے) کہ ہمارا کام صرف تم تک اللہ تعالیٰ کا پیغام واضح طور پر پہنچا دینا ہے ماننا نہ ماننا تم پر ہے ہماری ذمہ داری یہ نہیں کہ تمھیں زبردستی ایمان کی طرف لے آئیں۔

ان دو رسولوں کی دعوت پر ایمان لانے والے ایک شخص کو جب معلوم ہوا کہ اس کے لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے ان رسولوں کو جھٹلا دیا ہے تو وہ بڑے اہتمام سے دوڑتا ہوا ان کے پاس آیا اور انھیں دلائل سے سمجھایا کہ دیکھیں ان رسولوں کا کردار بھی تم لوگوں کے سامنے ہے اور جو کچھ یہ کہہ رہے ہیں وہ بھی بلا معاوضہ کہہ رہے ہیں جس کا انداز اور اسلوب یہ ہو وہ کوئی جھوٹ نہیں بول سکتا اس لیے ان کی اتباع کرو اور کہنے لگا کہ میں اس ذات کی عبادت کیوں نہ کروں جو میرا پیدا کرنے والا ہے اور جس کی طرف ہی میں نے اپنے اعمال کی جوابدہی کے لیے واپس جانا ہے۔ ان دلائل کو سامنے رکھ کر اس نیک شخص نے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی لیکن انہوں نے اسے شہید کر دیا جس پر اسے یہ انعام دیا گیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ اور پھر وہاں پر اس کی یہی خواہش رہی کہ کاش میری قوم سمجھتی اور انبیاء کو نہ جھٹلاتی اور وہ معزز لوگوں میں شامل ہوتے۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اس شخص نے باوجود ظلم کے اپنی قوم کے لیے جذبۂ انتقام کی بجائے خیر خواہی کے جذبات کا اظہار کیا۔ تمام دعوت اور تبلیغ اور اتمام حجت کے باوجود قوم کے انکار اور انبیاء علیہم السلام کی توھین پر یہ بتایا گیا کہ اب مزید ان پر رسول بھیجنے اور اس کے ذریعے عذاب نازل کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ محض ایک چیخ ہی ان کے لیے کافی ہے چنانچہ ایک ہی چیخ سے وہ نیست و نابود ہو گئے۔ یوں وہ اپنے بُرے انجام کو پہنچے۔

کفار مکہ اور بعد کے منکرین مذکورہ واقعات میں یہ درس ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان رسل علیہم السلام کی طرح نبی کریم ﷺ بھی تمہاری ہدایت کے لیے مبعوث ہوئے ہیں اور وہ بلا کسی غرض و لالچ کے

---

[26]۔ سورۃ بنی اسرائیل، ۱۷: ۱۳۔

تمھیں اپنے خالق کو ماننے کی دعوت دے رہے ہیں اور پھر وہ تمھارے خیر خواہ ہیں باوجود اس کے کہ تم ان پر اور ایمان والوں پر ظلم کر رہے ہو لیکن ان کی حتمی خواہش یہی ہے کہ تم لوگ جہنم کے بُرے ٹھکانے سے بچ کر انتہائی عزت والے مقام جنت میں اپنا ٹھکانہ حاصل کریں۔

اس موقع پر قرآن مجید نے ان بد قسمت لوگوں پر افسوس ظاہر کیا ہے کہ جنھیں انبیاء علیہم السلام کے ذریعے ہدایت اور رہنمائی فراہم کی گئی لیکن وہ انبیاء کرام علیہم السلام کا مذاق ہی اُڑاتے رہے حالانکہ انھیں اپنے سے پہلے کے لوگوں کے کفر کا انجام بتایا گیا تھا اور یہ بھی باور کرایا گیا تھا کہ بالآخر تم لوگوں نے اللہ کے سامنے ایک دن حاضر ہونا ہے۔

مذکورہ آیات میں گاؤں، شہر، رسولوں اور ایک شخص کے اسماء، اور ان سے جڑے واقعات کی تاریخ اور مقام کا تعین نہیں کیا گیا۔ یہ مبہماتِ قرآنی ہیں۔ مفسرین نے مختلف اسرائیلی روایات کی بنا پر ان مبہماتِ قرآنی کا تعین کرنے کی کوشش کی ہے لیکن ساتھ ہی مفسرین نے اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ قرآنی ہدایت کا مقصد ان تعینات کے بغیر ہی حاصل ہو جاتا ہے اس لیے کمزور دلائل سے ان مبہمات کا تعین کرنا درست نہیں اور ہمارے لیے ان واقعات سے محض ہدایت اور رہنمائی کے حاصل ہونے والے دروس عبرت پر اکتفاء کرنا ہی بہترین طرزِ عمل ہے۔(مفتی محمد شفیعؒ، معارف القرآن، مولانا مودودیؒ، تفہیم القرآن، مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن)۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت، حکمت، پروردگاری اور رحمت

﴿ وَ اٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ اَحْیَیْنٰهَا وَ اَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ(33) وَ جَعَلْنَا فِیْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّ اَعْنَابٍ وَّ فَجَّرْنَا فِیْهَا مِنَ الْعُیُوْنِۙ(34) لِیَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖۙ وَ مَا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ(35) سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ(36) وَ اٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ(37) وَ الشَّمْسُ تَجْرِیْ

لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ(38) وَ الْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ(39) لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَ كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ(40) وَ اٰيَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ(41) وَ خَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا يَرْكَبُوْنَ(42) وَ اِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَ لَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ(43) اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ(44)

ترجمہ

اور ان کے لیے ایک نشانی وہ زمین ہے جو مردہ پڑی ہوئی تھی، ہم نے اسے زندگی عطا کی، اور اس نے غلہ نکالا، جس کی خوراک یہ کھاتے ہیں۔ اور ہم نے اس زمین میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کیے، اور ایسا انتظام کیا کہ اس میں سے پانی کے چشمے پھوٹ نکلے۔ تاکہ یہ اس کی پیداوار میں سے کھائیں، حالانکہ اس کو ان کے ہاتھوں نے نہیں بنایا تھا۔ کیا پھر بھی یہ شکر نہیں کریں گے ؟ پاک ہے وہ ذات جس نے ہر چیز کے جوڑے جوڑے پیدا کیے ہیں، اس پیداوار کے بھی جو زمین اگاتی ہے، اور خود انسانوں کے بھی، اور ان چیزوں کے بھی جنہیں یہ لوگ (ابھی) جانتے تک نہیں ہیں۔ اور ان کے لیے ایک اور نشانی رات ہے۔ ہم اس پر سے دن کا چھلکا اتار لیتے ہیں تو وہ یکایک اندھیرے میں رہ جاتے ہیں۔ اور سورج اپنے ٹھکانے کی طرف چلا جارہا ہے۔ یہ سب اس ذات کا مقرر کیا ہوا نظام ہے جس کا اقتدار بھی کامل ہے، جس کا علم بھی کامل۔ اور چاند ہے کہ ہم نے اس کی منزلیں ناپ تول کر مقرر کر دی ہیں، یہاں تک کہ وہ جب (ان منزلوں کے دورے سے) لوٹ کر آتا ہے تو کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح (پتلا) ہو کر رہ جاتا ہے۔ نہ تو سورج کی یہ مجال ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے، اور نہ رات دن سے آگے نکل سکتی ہے، اور یہ سب اپنے اپنے مدار میں تیر رہے ہیں۔ اور ان کے لیے ایک اور نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ اور ہم نے ان کے لیے اسی جیسی اور چیزیں بھی پیدا کیں جن پر یہ سواری کرتے ہیں۔ اور

اگر ہم چاہیں تو انہیں غرق کر ڈالیں، جس کے بعد نہ تو کوئی ان کی فریاد کو پہنچے اور نہ ان کی جان بچائی جاسکے۔ لیکن یہ سب ہماری طرف سے ایک رحمت ہے، اور ایک معین وقت تک (زندگی کا) مزہ اٹھانے کا موقع ہے۔ (جو انہیں دیا جارہا ہے)۔

تفسیر

اس سے قبل آیات میں تاریخی شہادت اور گواہی ذکر کر کے راہِ حق کی طرف دعوت پیش کی گئی تھی جب کہ اب آفاق میں موجود نشانیوں اور انسانوں کے لیے ان سے استفادے کی دعوت دے کر اس کائنات میں پھیلی ہوئی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی کاریگری اور تخلیق سمجھ کر ان کی قدر کر کے شکر کا اظہار کیا جائے۔ کیونکہ یہ سب انعامات کسی انسان کی تدبیر اور کوشش کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے لہذا ان نعمتوں کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونے کا اعتراف کر کے اس کی شکر گزاری بجالائی جائے اور عبادت صرف اسی کی کی جائے۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی قدرت، حکمت اور اس کی رحمت کے تابع مضبوط اور مستحکم نظام پر دلالت کرتی جو نشانیاں اور انسانوں کے لیے جو نعمتیں ذکر کی گئی ہیں ان میں زمین اور اس میں موجود نعمتیں، سورج، چاند، کشتی صراحتاً اور مواصلات کے دیگر ذرائع کا اشارتاً ذکر شامل ہے۔ یہ سب اللہ کی نشانیاں اللہ تعالیٰ کی کاریگری، کمال صنعت اور ایک ہونے کے ساتھ انسانوں پر اس کے کمال شفقت اور مہربانی پر دلالت کرتی ہیں۔

خودآزمائی

1۔ سورۃ یٰسٓ کی آیات ۱ تا ۱۰ کا ترجمہ لکھیے اور اس دوران تجوید کے مستعمل اصول کی توضیح مثالوں سے مزین کر کے لکھیے۔

2۔ سورۃ یٰسٓ کی آیات ۴۴ تا ۴۷ میں مذکور مضامینِ اخلاق کی معاصر اہمیت اور معنویت بیان کیجیے۔

3۔ سورۃیٰسٓ کی آیات کی روشنی میں رسالتِ محمدی علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے ثبوت پر قرآن مجید کی گواہی کی توضیح کیجیے۔

4۔ منکرین حق اور منکرینِ آخرت کو دیئے گئے قرآنی پیغام کو سورۃیٰسٓ کی روشنی میں تفصیل سے لکھیے۔

5۔ دو قرآنی مثالوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے مبعوث کیے گئے رسولوں کے ساتھ لوگوں کے تعامل اور رسولوں کی حقانیت کے بارے میں آیات سے حاصل ہونے والے رہنمائے اصول تحریر کیجیے۔

6۔ اللہ تعالیٰ کی صفات قدرت، حکمت، پروردگاری اور رحمت کی سورۃیٰسٓ کے تناظر میں جامع نوٹ لکھیے۔

7۔ تاریخی شہادت کے علاوہ آفاق میں موجود نشانیوں سے اللہ تعالیٰ کی صنعت اور کاریگری پر مضمون لکھیے۔

یونٹ:8

سورۃ یٰس

آیات 45تا83 ترجمہ و تفسیر

تالیف وترتیب: ڈاکٹر محمد طیب خان
نظر ثانی: ڈاکٹر سعاد محمد عباس

فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
یونٹ کا تعارف	115
یونٹ کے مقاصد	115
یونٹ نمبر 8: سورۃ یٰسٓ: آیات 83-45: ترجمہ و تفسیر	116-128
خود آزمائی	128

یونٹ کا تعارف

عزیز طلبہ و طالبات ! اس یونٹ میں سورۃ یٰسٓ کی آیات ۴۵ تا ۸۳ کے ترجمہ و تفسیر کو بیان کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں آیات کا بامحاورہ ترجمہ اور مذکورہ آیات کے مضامین کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کی مختصر تفسیر ذکر کی گئی ہے۔

یونٹ کے مقاصد

عزیز طلبہ و طالبات ! اس یونٹ کے درسی مواد کے مطالعہ کے بعد آپ میں ان شاء اللہ یہ اہلیت پیدا ہو جائے گی کہ آپ

1۔ سورۃ یٰسٓ کی آیات ۴۵ تا ۸۳ کو تجوید کے اصول کے مطابق پڑھ سکیں گے اور ان آیات میں محل اور کیفیتِ وقف کی معرفت حاصل کر کے ان آیات کی تلاوت کر سکیں گے۔

2۔ سورۃ یٰسٓ کی آیات ۴۵ تا ۸۳ میں مذکور مضامینِ اخلاق کی معاصر اہمیت اور معنویت سے واقف ہو سکیں۔

3۔ سورۃ یٰسٓ کی آیات کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے پیغام عذاب پر منافقین کے ردِ عمل کے بارے میں جان سکیں گے۔

4۔ قیامت کی تصویر اور منکرین آخرت کی کسمپرسی اور بے بسی کی کیفیت کے بارے میں آگاہ ہو کر آخرت کے ثبوت کے بارے میں رہنمائی حاصل کر سکیں گے۔

5۔ قرآنِ مجید، وحی کی حقیقت اور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے عہدہ برآ ہونے کے بارے میں تسلی اور حوصلے کے بارے میں آگاہ ہو سکیں گے۔

6۔ قیامت کے کچھ نشانیوں، حساب کتاب اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قدرت کی نشانیوں سے آگاہ ہو کر ہدایت حاصل کر سکیں گے۔

8۔سورۃ یٰسٓ

(آیات 45-83: ترجمہ و تفسیر)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمُ اتَّقُوۡا مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡکُمۡ وَ مَا خَلۡفَکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ(45)وَ مَا تَاۡتِیۡہِمۡ مِّنۡ اٰیَۃٍ مِّنۡ اٰیٰتِ رَبِّہِمۡ اِلَّا کَانُوۡا عَنۡہَا مُعۡرِضِیۡنَ(46)وَ اِذَا قِیۡلَ لَہُمۡ اَنۡفِقُوۡا مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ ۙ قَالَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡۤا اَنُطۡعِمُ مَنۡ لَّوۡ یَشَآءُ اللّٰہُ اَطۡعَمَہٗۤ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ(47)وَ یَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی ہٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ(48)مَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَّا صَیۡحَۃً وَّاحِدَۃً تَاۡخُذُہُمۡ وَ ہُمۡ یَخِصِّمُوۡنَ(49)فَلَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ تَوۡصِیَۃً وَّ لَاۤ اِلٰۤی اَہۡلِہِمۡ یَرۡجِعُوۡنَ(50)﴾

ترجمہ

اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ : بچو اس (عذاب) سے جو تمہارے سامنے ہے، اور جو تمہارے (مرنے کے) کے بعد آئے گا تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ (تو وہ ذرا کان نہیں دھرتے)۔ اور ان کے پروردگار کی نشانیوں میں سے کوئی نشانی ایسی نہیں آتی جس سے وہ منہ نہ موڑ لیتے ہوں۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ : اللہ نے تمہیں جو رزق دیا ہے اس میں سے (غریبوں پر بھی) خرچ کرو، تو یہ کافر لوگ مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ : کیا ہم ان لوگوں کو کھانا کھلائی جنہیں اگر اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا؟ (مسلمانو) تمہاری حقیقت اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہ تم کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔ اور کہتے ہیں کہ : یہ (قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا؟ (مسلمانو) بتاؤ، اگر تم سچے ہو۔) دراصل) یہ لوگ بس ایک چنگھاڑ کا انتظار کر رہے ہیں جو ان کی حجت بازی کے عین درمیان انہیں آ پکڑے گی۔ پھر نہ یہ کوئی وصیت کر سکیں گے، اور نہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر جا سکیں گے۔

تفسیر

اللہ تعالیٰ کے عذاب کے پیغام پر منکرین کا ردعمل

جب کفار کو زمین وآسمان کے بارے میں متنبہ کیا جاتا ہے کہ تمہارے آگے اور پیچھے جو آسمان اور زمین ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ تم زمین کے ساتھ دھنسا دیئے جاؤ اور آسمان سے تم پر ٹکڑے گرا دیئے جائیں لہذا تم ڈرو اس طرح کے عذاب سے تاکہ تم پر رحم کا معاملہ کیا جائے لیکن ان کی حالت اس قدر ہٹ دھرمی اور عناد کی نظر ہو چکی ہے کہ ان کے پاس جیسی بھی نشانی آجائے وہ اسے سے سبق اور درسِ عبرت حاصل کرنے کی بجائے رو گردانی ہی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

زمین اور اس میں موجود نعمتوں کا ذکر کر کے انسانوں کو شکر کی دعوت دی گئی تو اس کی ایک مثال بھی یہاں دی گئی کہ جب ان سے کہا جائے کہ اللہ کے راستے میں غریبوں پر خرچ کرو تو ان کا جواب یہ ہوتا ہے کہ کیا ہم ان پر خرچ کریں جنھیں اللہ تعالیٰ محروم رکھنا چاہتا ہے یہ تو کھلی گمراہی ہے۔ کفار کے اس اندازِ فکر سے ان کی ہٹ دھرمی اور انتہائی عناد ظاہر ہوتا ہے اور اسی سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ کیوں قرآن مجید نے پھر ان کے اس فکر کو بلا تبصرہ نظر انداز کیا؟

بجائے سبق حاصل کرنے کے، کفار کا ہمیشہ یہ سوال ہوتا ہے کہ جس قیامت کے دن کا تم وعدہ کرتے ہو وہ کب آئے گی تو انہیں بتایا گیا کہ بس تم تو صرف ایک چیخ کے انتظار میں ہو جیسں ہی وہ چیخ آئے گی تو ان کو ایسا دبوچ لے گی کہ ان کو اتنی فرصت نہیں ملے گی کہ وہ وصیت کر سکیں یا اپنے گھر والوں کے پاس واپس لوٹ سکیں۔ اسی طرح قیامت کے واقع ہونے کے لیے بھی کسی بڑے انتظام وانصرام کی ضرورت نہیں بلکہ محض ایک پھونک سے یہ واقع ہو گی لوگ قبروں سے نکل کھڑے ہوں لیکن کفار کا یہ سوال کہ یہ سب ہو کیوں نہیں گیا تو جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رحیم ہے اور وہ انسانوں کو مہلت دینا چاہتا ہے کہ انسان اس عظیم اور خوفناک وقوعہ سے پہلے اپنی

اصلاح کر لیں ورنہ جب وہ آگئی تو اس وقت بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں ہوگا اور اعمال کے حساب کتاب میں انسانی اعضاء گواہی دیں گے

﴿وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا هُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّهِمْ یَنْسِلُوْنَ(51) قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ؕ هٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ(52) اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَیْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ(53) فَالْیَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَیْـًٔا وَّ لَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ(54) اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ الْیَوْمَ فِیْ شُغُلٍ فٰكِهُوْنَ(55) هُمْ وَ اَزْوَاجُهُمْ فِیْ ظِلٰلٍ عَلَی الْاَرَآئِكِ مُتَّكِـُٔوْنَ (56) لَهُمْ فِیْهَا فَاكِهَةٌ وَّ لَهُمْ مَّا یَدَّعُوْنَ(57) سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ(58) وَ امْتَازُوا الْیَوْمَ اَیُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ(59) اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ(60) وَّ اَنِ اعْبُدُوْنِیْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ(61) وَ لَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِیْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ(62) هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ(63) اِصْلَوْهَا الْیَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ(64) اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ(65)

ترجمہ

اور صور پھونکا جائے گا تو یکایک یہ اپنی قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی طرف تیزی سے روانہ ہو جائیں گے۔ کہیں گے کہ: ہائے ہماری کم بختی! ہمیں کس نے ہمارے مرقد سے اٹھا کھڑا کیا ہے؟ (جواب ملے گا کہ) یہ وہی چیز ہے جس کا خدائے رحمن نے وعدہ کیا تھا، اور پیغمبروں نے سچی بات کہی تھی۔ اور کچھ نہیں، بس ایک زور کی آواز ہو گی، جس کے بعد یہ سب کے سب ہمارے سامنے حاضر کر دیے جائیں گے۔ چنانچہ اس دن کسی شخص پر کوئی ظلم نہیں ہو گا، اور تمہیں کسی اور چیز کا نہیں، بلکہ انہیں کاموں کا بدلہ ملے گا جو تم کیا کرتے تھے۔ جنت والے

لوگ اس دن یقیناً اپنے مشغلے میں مگن ہوں گے۔ اور وہ ان کی بیویاں گھنے سایوں میں آرام دہ نشستوں پر ٹیک لگائے ہوئے ہوں گے۔ وہاں ان کے لیے میوے ہوں گے، اور انہیں ہر وہ چیز ملے گی جو وہ منگوائیں گے۔ رحمت والے پروردگار کی طرف سے انہیں سلام کہا جائے گا۔) اور کافروں سے کہا جائے گا کہ) اے مجرمو! آج تم (مومنوں سے) الگ ہو جاؤ۔ اے آدم کے بیٹو! کیا میں نے تمہیں یہ تاکید نہیں کر دی تھی کہ تم شیطان کی عبادت نہ کرنا، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ اور یہ کہ تم میری عبادت کرنا، یہی سیدھا راستہ ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ شیطان نے تم میں سے ایک بڑی خلقت کو گمراہ کر ڈالا۔ تو کیا تم سمجھتے نہیں تھے۔؟ یہ ہے وہ جہنم جس سے تمہیں ڈرایا جاتا تھا۔ آج اس میں داخل ہو جاؤ، کیونکہ تم کفر کیا کرتے تھے۔ آج کے دن ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے، اور ان کے ہاتھ ہم سے بات کریں گے، اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے کہ وہ کیا کمائی کیا کرتے تھے۔

تفسیر

قیامت کی تصویر اور منکرین کی کیفیت

ان آیات میں قیامت سے پہلے کے حالات، قیامت کی تصویر اور منکرین آخرت اور اس وقت کی کفار کی کیفیت کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

صور پھونکے جانے کے بعد لوگوں کے قبروں سے اٹھنے کی کیفیت کے بارے میں مذکورہ آیات اور اس معنی کی دیگر قرآنی آیات سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ صور پھونکے جانے کے بعد لوگ اپنی قبروں سے جلدی سے نکلیں گے پھر ابتداءً حیرت سے کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے پھر وہ تیزی سے اپنے رب کی طرف یعنی محشر کی طرف دوڑتے ہوئے جائیں گے۔ ﴿ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَىٰ فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنظُرُونَ﴾[27] (پھر اس میں صور پھونکا جائے گا تو وہ دیکھتے ہوئے کھڑے ہو جائیں گے) اور فرمایا: ﴿خُشَّعًا أَبْصَارُهُمْ يَخْرُجُونَ مِنَ الْأَجْدَاثِ

[27]۔ سورۃ الزمر، ۳۹:۶۸۔

كَاَنَّهُمْ جَرَادٌ مُّنْتَشِرٌ o مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ ؕ﴾(آنکھیں نیچی کی کیے ہوئے قبروں سے ایسے نکلیں گے جیسے وہ پھیلی ہوئی ٹڈیاں ہیں بلانے والے کی طرف لپکتے ہوئے۔)اسی موضوع کی ایک آیت: ﴿يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ﴾[28](جس دن وہ قبروں سے جلدی کرتے ہوئے نکلیں گے جیسے وہ نشانوں کی طرف لپک رہے ہوں)۔ کفار پر یہ کیفیت بہت بھاری ہو گی اور پھر وہ اس انبیاء کرام کے اس وعدے کو یاد کریں گے کہ انہوں نے قیامت کے قائم ہونے اور حشر کے برپا ہونے پر ایمان لانے کا ہمیں حکم دیا تھا لیکن انھوں نے اس وقت انکار کر دیا تھا۔ چنانچہ منکرین آخرت اور کفار اپنی کم بختی کا اظہار کر کے پوچھیں گے کہ کس نے ہمیں قبروں سے اٹھا دیا؟ تو ان سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتوں یا مومنوں کی جانب سے کہا جائے گا یا خود وہ کہیں گے کہ یہی وہ دن تھا جس کا خدائے رحمٰن نے وعدہ کیا تھا۔ اور رسولوں نے سچ کہا تھا۔ اس موقع پر رحمٰن کی صفت کا ذکر خاص معنویت پر دلالت کرتا ہے چنانچہ مفتی محمد شفیع لکھتے ہیں: ''اس مقام پر اللہ کی صفات میں سے لفظ رحمن اختیار کرنے میں اشارہ ہے کہ اس نے تو اپنی رحمت سے تمہارے لئے اس عذاب سے بچنے کے بہت سامان کئے تھے اور قبل از وقت اس کا وعدہ اور اپنی کتابوں اور انبیاء کے ذریعہ اس کی خبر تک پہنچانا بھی صفت رحمت ہی کا اقتضا تھا۔''(مفتی محمد شفیعؒ، معارف القرآن) بس ایک زور دار آواز کے ساتھ ان سب کو اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر کر دیا جائے گا[29]۔ اس میں کوئی تاخیر نہیں ہو گی بلکہ چشم زدن میں یہ سب کچھ برپا ہو جائے گا۔

ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کے عدل صفت کا اظہار کیا گیا ہے کہ اس دن کسی پر کسی قسم کا کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اس دن عدلِ کامل کا اظہار ہو گا اور لوگ صرف اپنے کیے ہوئے اعمال کی سزا پائیں گے۔

اہلِ جنت کی تصویر بھی یہاں ذکر کی گئی کہ وہ جنت میں مزے کرنے میں مشغول ہوں گے۔ وہ اور ان کی بیویاں تختوں کے اوپر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور ان کے لیے ان کی مرضی کے میوہ جات اور دیگر اشیاء ہوں گی۔ ہمیشہ

---

[28]۔ سورۃ المعارج، ۷۰: ۴۳۔

[29]۔ اس کیفیت کا بیان کے لیے مزید ملاحظہ کیجیے: سورۃ الصافات، ۱۵۔ ۲۱۔

رحم فرمانے والے کی جانب سے انھیں سلامتی کا پیغام ملتا رہے گا۔

اب حشر کی کیفیت بیان کی جارہی ہے۔ کفار اور مجرموں سے کہا جائے گا کہ تم اب اہلِ ایمان سے الگ ہو جاؤ اب چونکہ کہ سزا و جزا کا وقت ہے تو ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ مجرموں کو ملامت کرتے ہوئے کہے گا کہ اے بنی آدم کیا میں نے تمھیں اس بات کا پابند نہیں بنایا تھا کہ تم شیطان کی بات نہ ماننا وہ تمھارا کھلا دشمن ہے بلکہ صرف میری ہی عبادت کرنا جو کہ سیدھی راہ ہے اسی پر چل کر تم مجھ کامیابی کی منزل پا سکتے تھے لیکن تم نے شیطان کی بندگی کی جس نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا۔ لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا یہی جہنم تمھارا وہی ٹھکانا ہے جس سے تمھیں ڈرایا جاتا تھا۔ اب اپنے کفر اور انکار کی سزا کے طور پر اس میں داخل ہو جاؤ۔ قیامت کے دن کفار اپنی زبانوں سے جھوٹ نہیں بول سکیں گے کہ ہم نے کوئی برائی نہیں کی کیونکہ اس دن ان کے ہاتھ بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے۔ اس مقام پر صرف ان کے ہاتھوں کے کلام کرنے اور پاؤں کی گواہی کی بات ہوئی ہے جب کہ قرآن مجید کے دوسرے مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی آنکھیں، ان کے کان، ان کی زبانیں اور ان کی جسم کی کھالیں بھی پوری ان کے اعمال کی داستانیں سنائیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾[30] (وہ ایسا دن ہو گا کہ ان کی زبانیں، ہاتھ اور پاؤں ان کے اُن اعمال کے خلاف گواہی دیں گے جو وہ کیا کرتے تھے) ﴿حَتّٰٓى اِذَا مَا جَآؤُهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَ اَبْصَارُهُمْ وَجُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾[31] (یہاں تک کہ وہ جب جہنم کی آگ تک آئیں گے تو ان کے کان، آنکھیں، اور ان کی جلد ان کے کیے ہوئے اعمال کے خلاف گواہی دیں گے۔ اس پر وہ کفار ان جلدوں سے کہیں گے کہ تم کیسے ہمارے خلاف گواہی دیتے ہو تو وہ کہیں گی کہ اس اللہ نے ہمیں قوت گویائی عطا کی ہے جس نے ہر چیز کو قوت گویائی عطا کی ہے)۔ قیامت کے دن کفار کی زبانیں ان کی

---

[30] ۔ سورۃ النور، ۲۴: ۲۴۔ یہ آیت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کے سیاق وسباق میں بیان کی گئی ہے۔

[31] ۔ سورۃ حٰمٓ السجدۃ، ۴۱: ۲۰۔

مرضی سے نہیں بولیں گی بلکہ خود بخود ان اعمال کی گواہی دیں گی جو ان کے ذریعے یہ کفار حق کے خلاف بولا کرتے تھے۔

﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ(66) وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّ لَا يَرْجِعُوْنَ(67) وَ مَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِى الْخَلْقِ ؕ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ(68)﴾

ترجمہ

اور اگر ہم چاہیں تو (یہیں دنیا میں ان کی آنکھیں مل یا میٹ کر دیں، پھر یہ راستے (کی تلاش) میں بھاگے پھریں، لیکن انہیں کہاں کچھ سجھائی دے گا۔ ؟اور اگر ہم چاہیں تو ان کی اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے ان کی صورتیں اس طرح مسخ کر دیں کہ یہ نہ آگے بڑھ سکیں،اور نہ پیچھے لوٹ سکیں۔اور ہم جس شخص کو لمبی عمر دیتے ہیں اسے تخلیقی اعتبار سے الٹ ہی دیتے ہیں۔ کیا پھر بھی انہیں عقل نہیں آتی ؟

تفسیر

منکرین کو دعوتِ فکر

ان آیات میں منکرین کو غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے اور ساتھ ہی اللہ کی قدرت کے بارے میں بتایا گیا ہے اور پھر اس پر ایک واقعی اور مشاہداتی دلیل دی گئی ہے۔ دعوتِ فکر یہ ہے اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسان کو نعمتیں عطا کی ہیں اسی طرح ان کے صحیح استعمال اور ان سے حقیقت کو پانے کا کام لے کر ان نعمتوں پر اللہ تعالیٰ کے شکر اور قدر کا حق ادا کیا جان چاہیے لیکن جب کفار نے ان سے حق کا کام نہیں لیا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم چاہتے تو ان کی آنکھیں حقیقت میں ملیا میٹ کر

دیتے تو وہ کچھ دیکھ ہی نہ پاتے لیکن ہم نے اپنی رحمت سے ان کو آنکھوں سے محروم نہیں کیا اسی طرح ہم چاہتے تو ان کو انہی کے مقام پر صورتیں مسخ کر دیتے تو وہ حرکت تک نہ کر سکتے لیکن ہم نے اپنی عنایت اور مہربانی ان پر جاری رکھی۔

اللہ تعالیٰ نے کفار کو اپنی قدرت کے اظہار کی یہ دھمکی ایسے نہیں دی۔ بلکہ اس پر اگلی آیت میں واقعی اور مشاہداتی دلیل دے دی کہ دیکھیں انسان جب پیدا ہوتا ہے تو وہ ناتواں ہوتا ہے پھر طاقت حاصل کرتا ہے پھر مکمل جوانی اور طاقت حاصل کرنے کے بعد دوبارہ اسی بچپنے والی ناتوانی، کمزوری اور محتاجی کی زندگی کی جانب بالتدریج لوٹ جاتا ہے یہ سب کچھ ہم (اللہ تعالیٰ) کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے متکلم کے صیغوں سے یہ سب کچھ اپنی طرف منسوب کر کے بیان کیا ہے۔

﴿وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّ قُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ (69) لِّيُنْذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَّ يَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ (70) اَوَ لَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ (71) وَ ذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَ مِنْهَا يَاْكُلُوْنَ (72) وَ لَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَ مَشَارِبُ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ (73) وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ (74) لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَ هُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ (75) فَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَ مَا يُعْلِنُوْنَ (76) اَوَ لَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ (77) وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَ هِيَ رَمِيْمٌ (78) قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَ هُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ (79) الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ (80) اَوَ لَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ؕ بَلٰى ۙ وَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ (81) اِنَّمَاۤ اَمْرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ (82) فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (83)﴾

ترجمہ

اور ہم نے (اپنے) ان (پیغمبر) کو نہ شاعری سکھائی ہے، اور نہ وہ ان کے شایان شان ہے۔ یہ تو بس ایک نصیحت کی بات ہے، اور ایسا قرآن جو حقیقت کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ تاکہ ہر اس شخص کو خبر دار کرے جو زندہ ہو، اور تاکہ کفر کرنے والوں پر حجت پوری ہو جائے۔ اور کیا انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیزوں میں سے ان کے لیے مویشی پیدا کیے، اور یہ ان کے مالک بنے ہوئے ہیں؟ اور ہم نے ان مویشیوں کو ان کے قابو میں دے دیا ہے، چنانچہ ان میں سے کچھ وہ ہیں جو ان کی سواری بنے ہوئے ہیں، اور کچھ وہ ہیں جنہیں یہ کھاتے ہیں۔ نیز ان کو ان مویشیوں سے اور بھی فوائد حاصل ہوتے ہیں، اور پینے کی چیزیں ملتی ہیں۔ کیا پھر بھی یہ شکر نہیں بجالائیں گے؟ اور انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اس امید پر دوسرے خدا بنا رکھے ہیں کہ انہیں (ان سے) مدد ملے۔) حالانکہ) ان میں یہ طاقت ہی نہیں ہے کہ ان کی مدد کر سکیں، بلکہ وہ ان کے لیے ایک ایسا (مخالف) لشکر بنیں گے جسے (قیامت میں ان کے سامنے) حاضر کر لیا جائے گا۔ غرض (اے پیغمبر) ان کی باتیں تمہیں رنجیدہ نہ کریں۔ یقین جانو ہمیں سب معلوم ہے کہ یہ کیا کچھ چھپاتے، اور کیا کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ اور کیا انسان نے یہ نہیں دیکھا کہ ہم نے اسے نطفے سے پیدا کیا تھا؟ پھر اچانک وہ کھلم کھلا جھگڑا کرنے والا بن گیا۔ ہمارے بارے میں تو وہ باتیں بناتا ہے، اور خود اپنی پیدائش کو بھلا بیٹھا ہے، کہتا ہے کہ: ان ہڈیوں کو کون زندگی دے گا جبکہ وہ گل چکی ہوں گی؟ کہہ دو کہ: ان کو وہی زندگی دے گا جس نے انہیں پہلی بار پیدا کیا تھا، اور وہ پیدا کرنے کا ہر کام جانتا ہے۔ وہی ہے جس نے تمہارے لیے سرسبز درخت سے آگ پیدا کر دی ہے۔ پھر تم ذرا سی دیر میں اس سے سلگانے کا کام لیتے ہو۔ بھلا جس ذات نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسوں کو (دوبارہ) پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں؟ جبکہ وہ سب کچھ پیدا کرنے کی پوری مہارت رکھتا ہے۔ اس کا معاملہ تو یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کر لے تو صرف اتنا کہتا ہے کہ: ہو جا۔ بس وہ ہو جاتی ہے۔ غرض پاک ہے وہ ذات جس

کے ہاتھ میں ہر چیز کی حکومت ہے اور اسی کی طرف تم سب کو آخر کار لے جایا جائے گا۔

تفسیر

اختتامیہ سورت: توحید، بعض علاماتِ قیامت اور نبی کریم ﷺ کو تسلی

یہ آیات سورۃ یٰسٓ کے بنیادی مضامین کا خاتمہ اور اختتامیہ ہے جس میں قرآن مجید اور وحی کی حقیقت بتائی گئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کو جو کچھ ہم نے سکھایا ہے وہ شعر نہیں اور نہ ہی شاعری ان کی شایانِ شان ہے کیونکہ شعر مختلف تاثرات اور انفعالات کی بنیاد پر مضامین پیش کرتا ہے جب کہ نبی کریم ﷺ جو کچھ بھی پیش کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی وحی پر مبنی ہوتا ہے اس میں ان تاثرات اور انفعالات کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا۔ اس لیے قرآن اور وحی کا مقصد نصیحت اور ہدایت ہے۔ شعر اصرف گفتار کے غازی ہونے، ہر قسم کے کلام میں سر گرداں رہنے اور زیادہ تر گمراہ لوگوں کے پیروکار ہونے کی وجہ سے انبیاء کرام ان سے بالکل مختلف ہوتے ہیں اس کے برعکس انبیاء اپنی ہر بات پر سب سے پہلے خود عمل کرنے والا ہوتا ہے، ایک خدا کے بتائے ہوئے راستے کرتے ہیں اور انبیائے کرام کے پیروکار ہمیشہ معاشرے کے اعلیٰ لوگ ہوتے ہیں اس کے ساتھ شاعری کا تعلق جذبات سے ہوتا ہے جب کہ انبیائے کرام کا مشن انسانی زندگی کے ہر پہلو سے ہوتا ہے اس وجہ سے ان کی اصل دعوت انسان کی عقل سے ہوتی ہے جو زندگی کے ہر پہلو میں رہنمائی کرتی ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: سید قطب، فی ظلال القرآن، مولانا امین احسن اصلاحیؒ، تدبر قرآن) پھر قرآن مجید کی اصل حقیقت اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی کہ قرآن ایک یاد دہانی، نصیحت اور واضح صحیفہ ہدایت ہے جس کے ذریعے نبی ﷺ دل کے اعتبار سے زندہ انسان جو صحیح معنوں میں ہدایت الٰہی کو قبول کرنے والا ہے، کو خبردار کر دے اور جو کفار ہیں ان پر حجت تمام کر دے تاکہ وہ بعد میں یہ نہ کہیں کہ ہمیں تو حق بات بتائی ہی نہیں گئی تھی (تفصیل کے لیے دیکھیے: مولانا امین احسن اصلاحیؒ، تدبر قرآن)۔

اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی نشانیوں اور مختلف نعمتوں کو انسانوں کے لیے تسخیر کے بیان کر کے منکرین کو دعوت فکر اور شکر گزاری کا مطالبہ کیا گیا ہے کہ کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں کہ ہم نے خود ان کے لیے چوپائے بنائے جن پر ملکیت ان کی ہے اور وہ جانور ان کے تابع ہیں کچھ سے یہ سواری کا کام لیتے ہیں؛ کچھ سے غذا حاصل کرتے ہیں اور ان کے علاوہ دوسرے فوائد اور پینے کی چیزیں تو کیا یہ لوگ قدر نہیں کرتے۔ مولانا امین احسن اصلاحیؒ لکھتے ہیں: ان کی کھال، ان کے بال، ان کی ہڈی، ان کے بول و براز، غرض کون سی چیز ہے جو انسان کے لئے نافع نہیں ہے۔ اسی طرح ان کے دودھ اور اس دودھ سے بنی ہوئی پینے کی مختلف چیزیں۔ دہی، لسی، چھاچھ۔ سب انسان کے لئے لذیذ، خوشگوار اور صحت بخش ہیں۔ 'افلا یشکرون'۔ تو کیا یہ نعمتیں ان کے اوپر کوئی حق نہیں عائد کرتیں اور ان سے یہ مطالبہ نہیں کرتیں کہ جس رب کی بخشی ہوئی نعمتوں سے وہ فائدہ اٹھا رہے ہیں اس کے شکر گزار و فرمانبردار بھی بنیں۔ یہ نعمتیں زبان حال سے انسان کو یہ سبق پڑھا رہی ہیں اور اسی سبق کی یاد دہانی اللہ کی کتاب بھی کر رہی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسی واضح حقیقت کو سمجھنے اور ماننے کے بجائے اس کو شاعری قرار دے کر اس سے گریز کر راہیں کیوں سوچ رہے ہو (مولانا امین احسن اصلاحیؒ، تدبر قرآن)۔

اتنے انعامات اور مہربانیوں کے باوجود پھر ان مشرکین نے اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روگردانی کر کے اپنی مدد کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبود بنا لیے جو مدد تو کیا خاک کریں گے وہ تو خود قیامت کے دن ان کی مجرم فوج کی حیثیت سے اللہ کے حضور حاضر ہوں گے اور اپنی بقا اور تحفظ کے لیے محتاج ہوں گے۔ بلکہ یہ معبودانِ باطلہ ان عبادت گزاروں کے خلاف گواہ کے طور پر پیش ہوں گے۔

کفار چونکہ نبی کریم ﷺ کو خفیہ اور اعلانیہ شاعر، کاہن، ساحر اور مجنون جیسے بُرے القاب دیتے تھے تو اس مقام پر نبی کریم ﷺ کو تسلی دی گئی کہ کفار یہ جو کچھ آپ کے بارے میں خفیہ یا اعلانیہ کہتے ہیں ان سے آپ غمگیں نہ ہوں ہم وہ سب جانتے ہیں۔ یہ لوگ تو کہتے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کیسے زندہ کرے گا حالانکہ یہ اپنی اصلیت

کی خبر نہیں رکھتے کہ کس طرح ہم نے انسان کو نطفے سے پیدا کیا جس میں صرف ایک زندگی کا ابتدائی جرثومہ تھا پھر اسے ارتقائی مراحل سے گزار کر بالتدریج ایک مکمل انسان بنایا تو اب وہی ہم سے بہانگ دہل جھگڑنے لگ گیا ہے۔ ہمیں مثالیں دیتا ہے کہ بھلا بوسیدہ ہڈیوں میں کون زندگی پیدا کر سکتا ہے جب کہ وہ اپنی پیدائش کو بھول گیا یہ کتنے تعجب کی بات ہے۔ حیثیت اور اوقات کیا ہے اور عمل کیسا ہے؟ اگر وہ اپنی پہلی پیدائش کو نہ بھولا ہوتا تو یہ سوال ہی نہ کرتا لہذا اسے چاہیے کہ اپنی پہلی پیدائش کو یاد کرے پھر سوچے تو یقیناً اس نتیجے پر پہنچے گا کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی مرتبہ بغیر کسی وجود کے اس کو پیدا کیا اور وہ ہر پیدائش اور تخلیق کے بارے میں مکمل باخبر ہے۔ وہ ایسی ذات ہے کہ اس نے عام ہرے درختوں میں یا عرب کے خاص مرخ اور عَفَار نامی درختوں کی ہری بھری ٹہنیوں میں انسانوں کے لیے آگ جلانے کی صلاحیت رکھی ہے۔ یعنی ایک شی سے اس کے ضد کی پیدائش۔ قدیم زمانے میں عرب کے ہاں آگ جلانے کے لیے یہی لکڑی استعمال کرتے تھے۔ قدرت الہیہ کو مزید بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ صرف یہی نہیں بلکہ جس ذات نے لاکھوں ملین مختلف اجناس، اصناف اور مخلوقات کے حامل آسمانوں اور زمین کی اتنی وسیع کائنات تخلیق کی ہے تو کیا وہ ان جیسوں کو پیدا کرنے پر قادر نہیں ہو گا؟ یہ تو عجیب سوال ہے جواب ملا کیوں نہیں وہ تو اتنا ماہر خلاق ہے کہ اگر اس کا ارادہ ہو تو محض اس کے لفظ ''کن'' سے اشیا وجود میں آجاتی ہیں۔ کیونکہ کہ کائنات کی ہر چیز مطلقاً اس کی ملکیت میں ہے اور کوئی چاہے نہ چاہے اسی کی طرف ہی لوٹایا جائے گا۔

خودآزمائی

1۔ سورۃ یٰسٓ کی آیات ۴۵ تا ۶۰ کا ترجمہ لکھیے اور اس دوران استعمال ہونے والے تجویدی اصول کی فہرست مرتب کر کے کورس کے پہلے دو یونٹس کی روشنی میں ان کی توضیح کیجیے۔

2۔ سورۃ یٰسٓ کی آیات ۴۵ تا ۸۳ میں مذکور مضامینِ اخلاق کی معاصر اہمیت اور معنویت پر روشنی

ڈالیے۔

3۔ سورۃ یٰسٓ کی آیات کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے پیغام عذاب پر منافقین کے ردِ عمل کے کی توضیح کیجیے۔

4۔ قیامت کی تصویر اور منکرین آخرت کی کسمپرسی اور بے بسی کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے رہنمائے اصول تحریر کیجیے۔

5۔ قرآنِ مجید، وحی کی حقیقت اور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے عہدہ برآ ہونے کے بارے میں دی گئی تسلی کے بارے میں نوٹ لکھیے۔

6۔ قیامت کے کچھ نشانیوں، حساب کتاب اور اللہ تعالیٰ کی قدرت اور قدرت کی نشانیوں سے مستفاد ہدایات کے اسباق تحریر کیجیے۔

یونٹ:9

سورۃالملک

ترجمہ وتفسیر

تالیف وترتیب: ڈاکٹر محمد طیب خان
نظر ثانی: ڈاکٹر سعاد محمد عباس

فہرست عنوانات

عنوانات	صفحہ
یونٹ کا تعارف	131
یونٹ کے مقاصد	131
یونٹ نمبر 9: سورۃ الملک: ترجمہ و تفسیر	132-142
خود آزمائی	143

یونٹ کا تعارف

عزیز طلبہ وطالبات ! اس یونٹ میں سورۃ الملک کے ترجمہ و تفسیر کو بیان کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں آیات کا بامحاورہ ترجمہ اور مذکورہ آیات کے مضامین کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کی مختصر تفسیر ذکر کی گئی ہے۔

یونٹ کے مقاصد

عزیز طلبہ وطالبات ! اس یونٹ کے درسی مواد کے مطالعہ کے بعد آپ میں ان شاء اللہ یہ اہلیت پیدا ہو جائے گی کہ آپ

1۔ سورۃ الملک کو تجوید کے اصول کے مطابق پڑھ سکیں گے اور ان آیات میں محل اور کیفیتِ وقف کی معرفت حاصل کر کے ان آیات کی تلاوت کر سکیں گے۔

2۔ سورۃ الملک میں مذکور مضامینِ اخلاق کی معاصر اہمیت اور معنویت سے واقف ہو سکیں۔

3۔ سورۃ الملک کی آیات کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں جان سکیں گے۔

4۔ سورۃ الملک کے تناظر میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں سے اس کی معرفت کے بارے میں جان سکیں گے۔

5۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں سے آگاہ ہو کر اس کی قدرت اور مشرکین کے بنائے ہوئے خداؤں کی بے بسی کے بارے میں دلائل کی روشنی میں آگاہی حاصل کر سکیں گے۔

9۔سورۃ الملک

(ترجمہ و تفسیر)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

﴿تَبٰرَکَ الَّذِیۡ بِیَدِہِ الۡمُلۡکُ ۫ وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرُ ۙ(1) الَّذِیۡ خَلَقَ الۡمَوۡتَ وَ الۡحَیٰوۃَ لِیَبۡلُوَکُمۡ اَیُّکُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ؕ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡغَفُوۡرُ ۙ(2)﴾

ترجمہ

بہت ہی بابرکت ہے وہ ہستی جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے اعمال کرنے والا ہے۔ اور وہ بہت زبردست بھی ہے اور بہت بخشنے والا بھی۔

تفسیر

تصور خدا اور مقصدِ تخلیق کائنات: اختیارِ کلی اور قدرت الٰہی

حقیقی بادشاہت اور کلی اختیار کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان کو ایک محدود اختیار دیا گیا ہے جو اس کی آزمائش اور اس کے طرز عمل کو جانچنے کے لیے ہے۔ حتیٰ کہ انسان کو اپنے جسم کی حرکت اور زندگی پر بھی کوئی اختیار نہیں کیونکہ انسانی جسم کی فزیالوجی اور اناٹومی کا سارا نظام بھی تو اللہ تعالیٰ کے طے کردہ قوانین اور ضوابط کے تابع ہے۔ کوئی شخص اپنے کسی جسمانی عضو کے عمل کو روکنا چاہے تو وہ ایسا نہیں کر سکتا۔ جیسا خون کی گردش اور دل کو آرام دینے کی غرض سے روکنا۔ (ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن) یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ اللہ تعالیٰ کائنات کو پیدا کر کے اس سے لاتعلق نہیں ہو گیا نہ ہی وہ ایسا علۃ العلل ہے کہ اسے معلولات سے کوئی علاقہ نہیں رہا بلکہ اس کے

ہاتھ میں کائنات ہے جو کچھ ہوا، جو ہو رہا ہے اور جو ہو گا اسی کے حکم سے ہے اور یہ اس کے لیے کوئی مشکل بات نہیں کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ (مفہوم از تدبر قرآن، امین احسن اصلاحی)۔

یہ آیت سابقہ آیت کا تسلسل ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے قدرت، اختیار، حکمت اور فیض بخشی کی مزید واضح ہوتی ہے۔ موت اور زندگی میں سے کسی پر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو کوئی اختیار نہیں۔ موت کو زندگی پر مقدم کرنے میں یہ حکمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت اور ارادے سے ہر چیز کو عدم سے وجود میں بخشا۔ پھر موت اور زندگی اور پھر اس کے بعد موت اس امر کا ثبوت ہے کہ یہ زندگی بے مقصد، عبث اور بے کار نہیں ہے۔ بلکہ آزمائش کے فلسفے اور مقصد سے ان کی تخلیق کی گئی ہے۔ (مولانا امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن)۔

﴿الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ (3) ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِیْرٌ (4) وَ لَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَ جَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ (5)﴾

ترجمہ

(وہ اللہ کہ) جس نے بنائے سات آسمان ایک دوسرے کے اوپر۔ تم نہیں دیکھ پاؤ گے رحمن کی تخلیق میں کہیں کوئی فرق۔ پھر لوٹاؤ نگاہ کو کیا تمہیں کہیں کوئی رخنہ نظر آتا ہے؟ بار بار نگاہ دوڑاؤ تمہاری نگاہ تھک کر نامراد پلٹ آئے گی۔ اور ہم نے قریب والے آسمان کو روشن چراغوں سے سجا رکھا ہے، اور ان کو شیطانوں پر پتھر برسانے کا ذریعہ بھی بنایا ہے، اور ان کے لیے دہکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

تفسیر

مشاہدۂ کائنات کی دعوت

اس آیت میں کائنات کے مشاہدے کی دعوت دی گئی ہے کہ جس ذات کے ہاتھ میں ہر شئ کی بادشاہی

ہے اس کے کام اور کاریگری کو دیکھ لیجیے کہ اس نے سات آسمان تہ بہ تہ بنائے اب ذرا دیکھو کہ رحمٰن کی تخلیق میں کوئی تَفٰوُتٍ یعنی فرق، اور کسی قسم کا رخنہ آپ کو نظر آرہا ہے؟ آپ ایک بار نہیں بار بار دیکھیں لیکن کائنات کا نظم اس قدر مربوط اور فرق اور خلل سے خالی ہے کہ آپ کو کوئی اس میں رخنہ نظر نہیں آئے گا۔ اور بار بار کی تنقیدی نگاہ ڈالنے کے باوجود نگاہ خائب و خاسر واپس لوٹے گی۔

ڈاکٹر اسرار احمد کے مطابق سات آسمانوں کی حقیقت تک ابھی تک کوئی نہیں پہنچ پایا اس لیے یہ آیت آیاتِ متشابہات میں سے ہے۔ اس کے علاوہ اس آیت کی تفسیر میں ان کے مطابق تاریخی طور پر بھی ہر زمانے میں انسان نے اپنے اجتماعی علم کی بنیاد پر اس حقیقت کی گواہی دی ہے۔ ہر زمانے کے سائنس دانوں نے فلکیات، ارضیات، طبیعیات اور دیگر شعبوں میں حیران کن تحقیقات کی ہیں لیکن آج تک کوئی محقق یا سائنسدان یہ نہیں کہہ سکا کہ قدرت کی بنائی ہوئی چیز میں فلاں نقص ہے یا فلاں چیز کو ایسے کی بجائے ویسے ہوتی تو زیادہ بہتر ہوتی۔ لیکن مشاہدۂ کائنات کے سلسلے میں قرآن مجید کی بار بار دعوت اور چیلنج اور دوسری طرف کائنات کے مظاہر میں سائنسدانوں کی تحقیقات اور گہرے مطالعے کے باوجود یہ امر انتہائی حیرت کا باعث ہے کہ وہ جس چیز کو اگر نہیں پا سکے تو وہ اس کائنات کا خالق ہے۔

ڈھونڈنے والا ستاروں کی گزرگاہوں کا اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا[32]۔ (ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن)۔

سات آسمانوں کی تخلیق کے مشاہدے کے بعد اللہ تعالیٰ نے آسمانِ دنیا کے مشاہدے کی دعوت دی ہے اور اس میں موجود قمقموں کی خوبصورت صنعت اور ان کے فوائد کا ذکر کیا۔ اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کی صفت رحمٰن کا ذکر آیا ہے جس کا مطلب ہے کہ وہ کائنات کا بادشاہ اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والے بہت ہی مہربان اور رحم

---

[32]۔ علامہ محمد اقبال، ضرب کلیم، ''زمانہ حاضر کا انسان'' کے عنوان سے اس نظم کا مطالعہ کیجیے جو کائنات کے علم سے اللہ تعالیٰ اور حقیقت کی معرفت کی قرآنی دعوت فکر کی ترجمانی ہے۔

کرنے والا بھی ہے جس نے اپنے بندوں کے لیے آسمان دنیا کو لاجواب قمقموں سے آراستہ و پیراستہ کیا ہے۔ اور انہی قمقموں سے ان شیاطین کو مار بھگانے کا کام لیتا ہے جن کے ذریعے کاہن لوگوں کو غیب کی خبروں کا بتا کر دھوکہ دیتے اور گمراہ کرتے ہیں۔ اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو پیدا کر کے اس کی حفاظت کے لیے کس طرح انتظام کر رکھا ہے۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ مخلوق بے راعی کا گلہ نہیں ہے بلکہ جس نے اس کو خلق کیا ہے وہ پوری بیداری کے ساتھ اس کی نگرانی فرما رہا ہے اور ایک دن ان تمام جن و بشر کو اپنے کیفر کردار تک پہنچایا جائے گا جو اس میں فساد بپا کریں گے اور ان کے لیے دھکتی آگ کا عذاب تیار کیا گیا ہے۔

﴿وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ (6) اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِىَ تَفُوْرُ (7) تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۭ كُلَّمَآ اُلْقِيَ فِيْهَا فَوْجٌ سَاَلَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ نَذِيْرٌ (8) قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاۗءَنَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ (9) قَالُوْا بَلٰى قَدْ جَاۗءَنَا نَذِيْرٌ فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ كَبِيْرٍ (9) فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (11) اِنَّ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ (12) وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ (13) اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (14)﴾

ترجمہ

اور جنہوں نے اپنے رب کا انکار کیا ہے ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ جب اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کے شور کی آواز سنیں گے اور وہ جوش مارتی ہو گی۔ ایسا معلوم ہو گا کہ جوش کی وجہ سے ابھی پھٹ پڑے گی، جب اس میں ایک گروہ ڈالا جائے گا تو ان سے دوزخ کے داروغہ پوچھیں گے کیا تمہارے پاس کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تھا۔ وہ کہیں گے ہاں بے شک ہمارے پاس ڈرانے والا آیا تھا پر ہم نے جھٹلا دیا اور کہہ دیا کہ اللہ

نے کچھ بھی نازل نہیں کیا، تم خود بڑی گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔اور کہیں گے کہ اگر ہم نے سنا یا سمجھا ہوتا تو ہم دوزخیوں میں نہ ہوتے۔ پھر وہ اپنے گناہ کا اقرار کریں گے سو دوزخیوں پر پھٹکار ہے۔ بے شک جو لوگ اپنے رب سے بن دیکھے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔اور تم اپنی بات کو چھپاؤ یا ظاہر کرو بے شک وہ سینوں کے بھید خوب جانتا ہے۔ بھلا وہ نہیں جانتا جس نے (سب کو) پیدا کیا وہ بڑا باریک بین خبر دار ہے۔

تفسیر

کفار کا انجام اور مومنین کا انعام

اس سے پہلے خاص طور پر شیاطین کے انجام کا ذکر آیا تھا اس آیت میں عمومی ضابطہ بتا دیا گیا کہ جو بھی اپنے رب کا انکار کرے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہو گا۔ جو کہ بہت ہی بُرا اور اس قدر ہولناک ٹھکانہ ہے کہ جب کفار کو اس میں ڈالا جائے گا تو وہ غصے سے دھاڑ رہی ہو گی جیسے کوئی بھیڑیا اپنے شکار پر جھپٹتے ہوئے غراتا ہے۔ جہنم کے غیظ و غضب کی کیفیت کو سورۃ ق میں بیان کیا گیا کہ جس دن ہم جہنم سے پوچھیں گے کہ کیا تو بھر گئی؟ تو وہ کہے گی کہ کیا کچھ اور بھی ہے[33]؟ (ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن)۔ پھر جہنم میں ڈالے جانے کے وقت اتمام حجت کے طور پر ان کفار سے جہنم کے داروغہ پوچھے گا کہ کیا تمہارے پاس کوئی ڈر سنانے والا یعنی اس بُرے انجام کی خبر دینے والا پیغمبر، رسول یا داعی نہیں آیا تھا جس کے جواب میں وہ کہیں گے کہ آیا تو تھا لیکن ہم نے اسے جھٹلایا اور اسے یہاں تک کہہ دیا کہ: تم تو کھلی گمراہی پڑے ہوئے ہو"۔ پھر یہ بھی کہا کہ اگر ہم اپنی سماعت اور عقل کو کام میں لا کر ڈر سنانے والوں کی بات مانتے تو آج اس انجام سے دوچار نہ ہوتے۔ پھر اپنے منفی رویے کے اعتراف اور اس پر پریشانی کے اظہار کے بعد ان سے کہا جائے کہ جہنمیوں پر پھٹکار ہے۔

اہل جہنم کے ذکر کے بعد تقابل کے طور پر ایمان والوں اور ان کے لیے بخشش اور بڑے اجر کا ذکر ہے۔

---

[33]۔ سورۃ ق، ۵۰:۳۰۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے علم کی لامحدودیت کا بیان کفار کے لیے خبر اور دھمکی اور مومنین کے لیے تسلی کا باعث ہے۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ تمہارا رب کسی ظاہر اور پوشیدہ سے بے خبر رہ سکتا ہے وہ سینوں میں پوشیدہ رازوں تک واقف ہے اور بن دیکھے مومنوں کے لیے تسلی ہے کہ چاہے وہ رات کی خلوتوں میں اللہ تعالیٰ سے جو وہ راز و نیاز کی باتیں کرتے ہو وہ بھی اور دن کی جلوتوں میں جو کچھ وہ کرتے ہیں اس سب سے اللہ تعالیٰ واقف ہے کیونکہ وہ خالق ہے اس سے بڑھ کر وہ بہت ہی باریک بین اور باخبر ہے۔ (امین احسن اصلاحی، تدبر قرآن، ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن)۔

﴿هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ (15)﴾

ترجمہ

وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو نرم کر دیا سو تم اس کے راستوں میں چلو پھرو اور اللہ کے رزق میں سے کھاؤ، اور اسی کے پاس پھر کر جانا ہے۔

تفسیر

زمین پر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے آثار سے استفادے کا حکم اور یاد دہانی

اس سے پہلے آسمان کے عجائباتِ قدرت الٰہی سے اللہ تعالیٰ خالقِ ارض و سماوات کی معرفت اور اس پر ایمان کی دعوت دی گئی تھی ان آیات میں زمین کے آثارِ ربوبیت، تسخیر کائنات اور پھر اس دنیا میں محدود وقت کے لیے رہ کر پھر اللہ ہی کی طرف لوٹنے کا سبق یاد دلایا گیا ہے۔ فرمایا کہ وہی خدا ہے جس نے تمہارے لیے زمین نہایت مطیع و فرماں بردار بنایا ہے تو تم اس کی وادیوں میں چلو پھرو اور اس میں پھیلے ہوئے رزق سے کھاؤ لیکن یہ مت بھولنا بلکہ ہمیشہ یاد رکھو کہ یہ تسخیر ارض و سماوات اور ان سے نفع کا حصول ہمیشہ کے لیے نہیں ہے بلکہ تمھیں

واپس اپنے خالق کی طرف لوٹ کے جانا ہے۔آیت میں ذلول (انتہائی مطیع وفرمانبردار) کے لفظ سے زمین کو انسان کے لیے انتہائی مطیع اونٹنی سے اور مناکب (کندھے، راستے) کے لفظ سے زمین میں انسان کے رزق کے مقام کی طرف انتہائی بلیغانہ انداز سے بیان کیا گیا ہے ایسے ہی جیسے جوؤوں کے لیے اونٹنی کے شانے رزق کا خزانہ ہوتا ہے اسی طرح یہ زمین انسان کے لیے مطیع اور اس کے لیے رزق کا خزانہ ہے (مفہوم از تدبر قرآن)۔

سورۃ الملک کے اس مقام تک ممکنات و موجودات کی مختلف انواع واصناف میں غور و فکر کے ذریعہ حق تعالیٰ کے وجود اور توحید اور بے نظیر علم وقدرت کے شواہد اور دلائل بیان کر کے مشاہدۂ حق کی دعوت دی گئی ہے ان میں تھوڑا سا بھی غور و فکر کرنے والے کو حق تعالیٰ پر ایمان لانے کے سوا چارہ نہیں رہتا، آگے ختم سورت تک کفار وفجار منکرین اور بد عمل لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا ہے۔پہلے اس پر تنبیہ کی گئی کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل کرنا چاہیں تو دنیا کی کوئی طاقت اس کو نہیں روک سکتی، تمہارے لشکر اور سپاہی اس سے تم کو نہیں بچا سکتے،(مفتی محمد شفیعؒ، معارف القرآن)۔

﴿اَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا ھِیَ تَمُوْرُ (16) اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ کَیْفَ نَذِیْرِ (17) وَلَقَدْ کَذَّبَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ فَکَیْفَ کَانَ نَکِیْرِ (18)﴾

ترجمہ

کیا تم اس سے ڈرتے نہیں جو آسمان میں ہے کہ وہ تمہیں زمین میں دھنسادے پس یکایک وہ لرزنے لگے۔یا تم اس سے بے خوف ہو گئے ہو جو آسمان میں ہے کہ وہ تم پر پتھراؤ والی آندھی بھیج دے، پھر عنقریب تم جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے؟اور

بلاشبہ یقیناً ان لوگوں نے (بھی) جھٹلایا جو ان سے پہلے تھے، پھر کس طرح تھا میرا سزا دینا؟۔

تفسیر

منکرین سے متعلق تاریخی واقعات کے تناظر میں انسان کو عذاب الٰہی کی یاد دہانی

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے منکرین کو ماضی کے کچھ منکرین پر ہونے والے عذاب کی یاد دہانی کروا کر انہیں ایمان لانے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کو تسلیم کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ ماضی میں قومِ لوط علیہ السلام پر پتھر کی بارش برسا کر عذاب دیا گیا[34] اسی طرح دیگر اقوام جیسے عاد و ثمود، فرعون و قارون اور قومِ شعیب علیہ السلام پر ان کے انکار کی وجہ سے کئی طرح کے عذاب نازل کیے گئے تو تم منکرین سے سوال یہ ہے کہ کیا تم اس طرح کے عذابِ الٰہی سے بے خوف ہو کر قصۂ پارینہ بننے والی تاریخ کی ان اقوام سے سبق نہیں حاصل کرتے؟ یاد رکھو اللہ تعالیٰ جو زمین و آسمان کا مالک و مقتدر ہے، اسی کے وضع کردہ قوانین طبیعیہ پر یہ کائنات چل رہی ہے۔ تو کیا تمھیں اس بات کا انتظار ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے زمین زلزلے سے شق ہو جائے اور تم اس کے اندر دھنس جاؤ یا وہ آسمان سے تم پر پتھر برسانے والی آندھی بھیج دے پھر تمھیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کا خبردار کرنا کیا ہے اور اس کا سزا دینا کیسا تھا؟

﴿ اَوَلَمۡ یَرَوۡا اِلَی الطَّیۡرِ فَوۡقَهُمۡ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقۡبِضۡنَ ۚ مَا یُمۡسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحۡمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَیۡءٍۭ بَصِیۡرٌ(19) اَمَّنۡ هٰذَا الَّذِیۡ هُوَ جُنۡدٌ لَّكُمۡ یَنۡصُرُكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ الرَّحۡمٰنِ ؕ اِنِ الۡكٰفِرُوۡنَ اِلَّا فِیۡ غُرُوۡرٍ(20) اَمَّنۡ هٰذَا الَّذِیۡ یَرۡزُقُكُمۡ اِنۡ اَمۡسَكَ رِزۡقَهٗ ؕ بَلۡ لَّجُّوۡا فِیۡ عُتُوٍّ وَّنُفُوۡرٍ(21) اَفَمَنۡ یَّمۡشِیۡ مُكِبًّا عَلٰی وَجۡهِهٖۤ اَهۡدٰۤی اَمَّنۡ یَّمۡشِیۡ سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ(22) قُلۡ هُوَ الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَكُمۡ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمۡعَ وَالۡاَبۡصَارَ وَالۡاَفۡـِٕدَةَ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَشۡكُرُوۡنَ(23) قُلۡ هُوَ الَّذِیۡ ذَرَاَكُمۡ فِی الۡاَرۡضِ وَاِلَیۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ(24) وَیَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی هٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ(25) قُلۡ اِنَّمَا

34۔ ﴿اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡهِمۡ حَاصِبًا اِلَّاۤ اٰلَ لُوۡطٍ ؕ نَجَّیۡنٰهُمۡ بِسَحَرٍ﴾ (سورۃ القمر 34:54) (بے شک ہم نے ان پر پتھر برسانے والی ایک ہوا بھیجی، سوائے لوط علیہ السلام کے گھر والوں کے، انہیں صبح سے کچھ پہلے بچا کر نکال لیا)۔

الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۖ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ (26) فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓئَتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ (27) قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ (28) قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (29) قُلْ اَرَاَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ (30) ﴾

ترجمہ

اور کیا انہوں نے اپنے اوپر پرندوں کو پر کھولتے اور سکیڑتے ہوئے نہیں دیکھا، جنہیں رحمان کے سوا کوئی نہیں تھام رہا، بے شک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ بھلا وہ تمہارا کون سا لشکر ہے جو رحمٰن کے مقابلہ میں تمہاری مدد کرے گا، کچھ نہیں کافر تو دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ بھلا وہ کون ہے جو تم کو روزی دے گا اگر وہ اپنی روزی بند کر لے، کچھ نہیں بلکہ وہ سرکشی اور نفرت میں اڑے بیٹھے ہیں۔ پس کیا وہ شخص جو اپنے منہ کے بل اوندھا چلتا ہے وہ زیادہ راہِ راست پر ہے یا وہ جو سیدھے راستے پر سیدھا چلا جاتا ہے۔ کہہ دو اسی نے تم کو پیدا کیا ہے اور تمہارے لیے کان اور آنکھ اور دل بھی بنائے ہیں، (مگر) تم بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔ کہہ دو اسی نے تمہیں زمین میں پھیلایا ہے اور اسی کے پاس جمع کر کے لائے جاؤ گے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہو گا اگر تم سچے ہو۔ کہہ دو اس کی خبر تو اللہ ہی کو ہے اور میں تو صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ پھر جب وہ اسے قریب دیکھیں گے تو ان کی صورتیں بگڑ جائیں گی جو کافر ہیں اور کہا جائے گا یہ وہی ہے جسے تم دنیا میں مانگا کرتے تھے۔ کہہ دو بھلا دیکھو تو سہی اگر اللہ مجھے اور میرے ساتھ والوں کو ہلاک کرے یا ہم پر رحم کرے، پھر وہ کون ہے جو منکروں کو دردناک عذاب سے بچا سکے۔ کہہ دو وہی رحمان ہے ہم اس پر ایمان لائے اور اسی پر ہم نے بھروسہ بھی کر رکھا، پس عنقریب تم جان لو گے کون صریح گمراہی میں ہے۔ کہہ دو بھلا دیکھو تو سہی اگر تمہارا پانی خشک ہو جائے تو وہ کون ہے جو تمہارے پاس صاف پانی لے آئے گا۔

تفسیر

معرفتِ خدائے رحمٰن اور اس کے بے پایاں اور بے مثال انعامات کی یاد دہانی

پھر اللہ تعالیٰ منکرین سے سوال کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ کیا یہ اس بات پر غور و فکر نہیں کرتے کہ پرندے فضا میں کیسے اپنے پروں کو کبھی پھیلائے ہوئے اور کبھی سمیٹے ہوئے اڑتے ہیں کون ہے جو فضا میں ان پرندوں کے اڑنے کی صلاحیت پیدا کرنے والا ہے؟ یہ انتہائی رحم والی ذات ہی ہے جو ان پرندوں کو یوں فضا میں روکے ہوئے ہے۔ ہر چیز پر قدرت رکھنے والے خدا کی طرف سے دیئے جانے والے عذاب کے مقابلے میں اے منکرین کون تمہاری مدد کو آئے سوائے اس ذات کے جو انتہائی اور ہمیشہ مہربان ہے۔ اسی طرح اگر اللہ ان سے رزق روک دے تو کون ان کو رزق فراہم کر سکتا ہے؟ یقیناً ان سب سوالات کا جواب ایک ہی ہے کہ وہ صرف رحمٰن ہے جو ان مشکلات میں ان کی مدد کر سکتا ہے لیکن حقیقتِ حال یہ ہے کہ یہ لوگ دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ اور اب اپنی سرکشی اور حق سے نفرت میں بہت آگے بڑھ چکے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے دو طرح کے لوگوں کا تقابل کر کے معاملہ بالکل واضح کر دیا کہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان کو حیوانات سے ممتاز کرنے والی چیز اس کی فکر، نظریہ اور سوچ ہے تو جس شخص کا کوئی نصب العین نہ ہو وہ جانور سے بدتر ہے۔ سورۃ الحج کی آیت ۷۳ میں بتوں اور ان کے پجاریوں کی تمثیل میں اس حقیقت کی توضیح کی گئی ہے کہ انسان کا نظریہ جس قدر بلند ہو گا اس کی شخصیت بھی اسی قدر بلند ہو گی۔ جب کہ گھٹیا آئیڈیل کے کے پیچھے بھاگنے والے انسان کی سوچ اور شخصیت بھی گھٹیا ہو کر رہ جائے گی۔

اس کے بعد انسانی حواس سماعت، بصارت اور دل کے بارے میں کفار کو بتایا گیا کہ یہ نعمتیں اور صلاحیتیں اللہ تعالیٰ نے تمھیں دی لیکن تم نے ان کو استعمال نہیں کیا۔ یوں تم میں سے زیادہ تر لوگوں نے ان صلاحیتوں کو صحیح طور پر استعمال نہیں کیا بلکہ ان کی ناقدری کے مرتکب ہوئے۔

یہاں لفظ ﴿اَلْاَفْئِدَةَ﴾ جو کہ "فؤاد" کی جمع ہے اور اسکا ترجمہ عموماً ''دل'' کیا جاتا ہے لیکن قرآنی اصطلاح میں اس سے مراد انسان کی وہ صلاحیت ہے جس کی مدد سے دستیاب معلومات کا تجزیہ کر کے انسان نتائج اخذ کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے اس لفظ میں عقل یا سمجھ بوجھ کا مفہوم بھی شامل ہے۔

تمام تنبیہات کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے حساب کتاب اور حشر و نشر کا ذکر فرمایا کہ جس ذات نے تمھیں زمین میں پھیلایا اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے باقی رہا تمھارا یہ سوال کہ قیامت کا وعدہ کب پورا ہو گا تو نبی کریم ﷺ کی زبان اقدس سے فرمایا کہ اس کا علم تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے میں تو محض اس کے بارے میں تمھیں باخبر کرنے والا ہوں ہاں جب کفار اس دن کو قریب آتے دیکھیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ باقی رہا میرا اور میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کا معاملہ تو وہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے چاہے ہمیں اللہ ہلاک کرے یا ہم پر رحم کرے اور غلبہ و نصرت عطا کرے دونوں صورتوں میں ہم کامیاب ہیں لیکن مسئلہ تو تمہارا ہے تمھیں اللہ کے عذاب سے کون بچائے گا؟ پھر حکم ہوا کہ اے نبی آپ کہہ دیجیے کہ بچانے والا تو رحمٰن ہی ہے جس پر ہم ایمان لائے ہوئے ہیں اور اسی پر بھروسہ کیے ہوئے ہیں۔ وہ وقت دور نہیں کہ جب تم یہ جان لوگے کہ کون کھلی گمراہی میں ہے۔ اور انہیں بتا دیجیے کہ اگر تمہارا پانی گہرائی میں اُتر جائے تو تمھیں صاف ستھرا پانی کون دے گا۔ ڈاکٹر اسرار احمد لکھتے ہیں: کہ آج کے دور میں اس آیت کا مفہوم واضح تر ہو کر دنیا کے سامنے آیا ہے کہ آج ماہرین بار بار اس خدشے کا اظہار کر رہے ہیں کہ پانی کے بڑھتے ہوئے استعمال اور بارشوں کی قلت کے باعث مستقبل قریب میں زیرِ زمین پانی کی سطح خطرناک حد تک نیچے جا سکتی ہے۔۔۔ صاف شفاف اور میٹھے پانی کا یہ عظیم الشان ذخیرہ زندگی کے لیے قدرت کا بہت بڑا عطیہ ہے۔ اگر یہ پانی واقعی ایسی گہرائی میں چلا جائے جہاں سے اس کا نکالنا ناممکن یا مشکل ہو جائے تو اس کے نتائج کا تصور بھی روح فرسا ہے۔ (ڈاکٹر اسرار احمد، بیان القرآن، ۷: ۳۰۷)۔

خودآزمائی

1۔ سورۃ الملک کے ابتدائی دو آیات کا ترجمہ لکھیے اور اللہ تعالیٰ کے اختیار اور تخلیقِ کائنات کے مقصد پر جامع نوٹ لکھیے۔

2۔ سورۃ الملک کی آیات ۳ تا ۵ کا ترجمہ لکھیے اور ان آیات کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ کائنات کی خوبصورتی کے بیان کے ساتھ ان آیات میں دعوتِ فکر کے اسباق تحریر کیجیے۔

3۔ سورۃ الملک میں مذکور مضامینِ اخلاق کی معاصر اہمیت اور معنویت تحریر کیجیے۔

4۔ سورۃ الملک کی آیات کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی وسعت کے دلائل اور ان کے تناظر میں جو دعوت دی گئی ہے اس پر جامع مضمون لکھیے۔

5۔ سورۃ الملک کے تناظر میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کی ایک فہرست مرتب کیجیے اور ان نشانیوں کی معنویت لکھیے۔

6۔ سورۃ الملک کے تناظر میں آسمانی اور زمینی آثارِ ربوبیت پر روشنی ڈالیے اور ان آیات سے حاصل ہونے والی ہدایات اور رہنمائے اصول تحریر کیجیے۔

7۔ سورۃ الملک کی روشنی میں عذابِ کفار اور انعامِ مومنین کی توضیح کیجیے۔

8۔ سورت الملک میں اللہ تعالیٰ کے منکرین سے کیے گئے سوالات اور ان میں رہنمائی کے جہات اور جوابِ سوالات کی توضیح کیجیے۔

9۔ حیات بعد الموت اور عقیدہ آخرت کے دلائل لکھیے۔